6/-

عظمت و مقام

ابوین شریفین

سیدالوریٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرتبہ: محمد الیاس چشتی

انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

محلّہ رحیم پورہ (اللہ آباد) وزیرآباد

عظمت و مقام
ابوین شریفین

سیّد الوریٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرتبہ: محمد الیاس چشتی

انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

محلہ رحیم پورہ (الٰہ آباد) وزیر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : عظمت و مقام ابوین شریفین سید الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ : محمد الیاس چشتی

اشاعت اول : مارچ 2000

ہدیہ : دعائے خیر بحق معاونین

باہتمام : مجاہد ملت پیر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری چشتی

ناشر : انجمن غلامان چشتیہ پاکستان محلہ رحیم پورہ (الہ آباد) وزیرآباد

سرورق : طارق محمود محلہ رحیم پورہ (الہ آباد) وزیرآباد

کمپوزنگ : پرفیکٹ کمپوزنگ سنٹر وزیرآباد

قیمت خرید ———— 6/ روپے

ملنے کے پتے:

مدرسہ انوار مدینہ ضیائے کرم محلہ رحیم پورہ (الہ آباد) وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ

چوہدری محمد طارق ۔ چوہدری ٹریڈرز مین بازار نظام آباد وزیرآباد

حافظ منور حسین چشتی ۔ المدینہ بک ڈپو ساروکی (وزیرآباد) ضلع گوجرانوالہ

محمد سلطان صدیقی ۔ آفتاب جنرل سٹور چوک کریم داد قریشی ضلع مظفر گڑھ

حافظ محمد یوسف چشتی ۔ ماہنامہ ضیائے قمر ۔ مکتبہ چشتیہ قادریہ ۔

اندرون غلہ منڈی محلہ فیصل آباد گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عکس جمال

﴿انتساب﴾

خاک کے ان مقدس ذروں کے نام جن میں

رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین

کے پاک وجود آسودہ ہیں

بوساطت

سیدی مرشدی حضور ضیاء الامت۔ فرید عصر

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ

نور اللہ مرقدہ

جن کے الطاف کریمانہ نے کئی

ذروں کو چمک عطا فرمائی

احقر العباد

محمد الیاس چشتی

گدائے کوچہ مرشد

ناظم اعلیٰ انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

وزیرآباد

پیش لفظ

نبی کریم ﷺ کی محبت و عقیدت ایمان کی جان ہے اس میں کمی ایمان کو کمزور اور اس میں اضافہ ایمان کو مضبوط اور طاقتور بنا دیتا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ ایسا عقیدہ و عمل بنائے جس سے اس عقیدت و محبت میں اضافہ ہو اور یہ محبت کا چشمہ ادب و احترام سے پھوٹتا ہے۔ آدمی جتنا ادب و احترام کرے گا اسی قدر اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوگی اور پھر صرف آپ ﷺ کی ذات کا ادب ہی نہیں بلکہ آپ کی طرف منسوب ہر بندے کا احترام لازم ہے۔ مثلاً آپ کے صحابہ کرام، آپکے اہلبیت اطہار، آپکی ازواج مطہرات، آپکے رشتہ دار خصوصاً آپ ﷺ کے والدین کریمین کا ادب و احترام ایک مسلمان کا اہم فریضہ ہے۔

بعض لوگ اپنے ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ان ذوات مبارکہ پر طعن کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ ایمان پر نہ تھے۔ اس سے ایمان کے ضیاع کا خطرہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ایسے مسائل میں ادب و احترام کے پیش نظر خاموشی اختیار کی جاتی مگر افسوس کہ کچھ لوگ اس مسئلہ کی آڑ میں حضور پاک ﷺ کی بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ذات رسالت مآب ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ اس لئے لازم تھا کہ ایمان کی حفاظت کیلئے اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ ہر دور میں علماء نے کام کیا ہے۔ خصوصاً امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس موضوع پر چھ رسالے تصنیف فرمائے۔ اس سلسلہ میں یہ زیر نظر مقالہ ایک ادنیٰ سی کوشش ہے شاید رحمت اللعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی بارگاہ اقدس سے اسے شرفِ قبولیت عطا ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ حضور ﷺ کی محبت میں لکھے گئے رسالوں کی طرح اسے بھی عقیدت و محبت سے پڑھا جائیگا۔ اگر یہ کسی ایک قاری کی زندگی میں محبت رسول ﷺ کا چراغ روشن کردے اور ایک بندہ خدا کو خدا کی بندگی اور رسول خدا ﷺ کی غلامی اور والدین مصطفیٰ ﷺ کا ادب دے سکے تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ حقیرانہ کاوش رب کی بارگاہ ئیں قبول ہوگئی۔ اگر کسی قسم کی غلطی پائیں تو اصلاح فرمادیں۔ آپ کی تجاویز و آراء کا خیر مقدم کیا جائیگا تا کہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جا سکے۔

آخر میں اپنے محترم و مکرم صاحبزادہ سید لخت حسنین شاہ صاحب چئیر مین مسلم ہینڈز انٹر نیشنل یو۔ کے، صاحبزادہ سید ضیاء النور شاہ صاحب کوارڈینیٹر مسلم ہینڈز پاکستان، جناب پروفیسر محمد اقبال عاطف صاحب، جناب ڈاکٹر محمد نعیم بٹ صاحب اور جناب طارق محمود چشتی صاحب، کا شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے رسالہ کی ترتیب و تدوین میں میری معاونت فرمائی۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ مولا کریم ہماری اس کوشش کو قبول فرما کر ہمارے لئے اور ہمارے والدین اور اہل و عیال کیلئے ذریعہ نجات بنائے اور روز محشر آقا ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ اور میرے والد گرامی جناب صوفی محمد اسماعیل صاحب کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

محمد الیاس چشتی

ناظم اعلیٰ انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

الہ آباد۔ وزیر آباد۔ ضلع گوجرانوالہ

یہ تصنیف لطیف:

آفاق میموریل فری آئی ہسپتال وزیر آباد کے چیئر مین الحاج محمد یعقوب صاحب و برادران (ٹھٹھہ والے) کے تعاون سے انکے والد گرامی الحاج عبدالواحد مرحوم و مغفور کے ایصال ثواب کے لئے طبع کی گئی

امین بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

ربیع الاول امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا — دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا

وہ دن آیا کہ پورے ہوگئے تورات کے وعدے — خدا نے آج ایفاء کردیئے ہربات کے وعدے

خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی — کہ رحمت بن کے چھائی بارہویں شب اس مہینے کی

ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی — جو قسمت کیلئے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی

جہاں میں جشن صبح عید کا سامان ہوتا تھا — ادھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا

سحاب نور آکر چھا گیا مکے کی بستی پر — ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

سرفاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا — ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا

مبارک ہو کہ ختم المرسلین تشریف لے آئے — جناب رحمتہ للعلمین تشریف لے آئے

بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی — امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

عرب کی سرزمین پر مہر عالمتاب چمکا ہے — جناب آمنہ کی گود میں مہتاب چمکا ہے

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی — جناب آمنہ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی — سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی

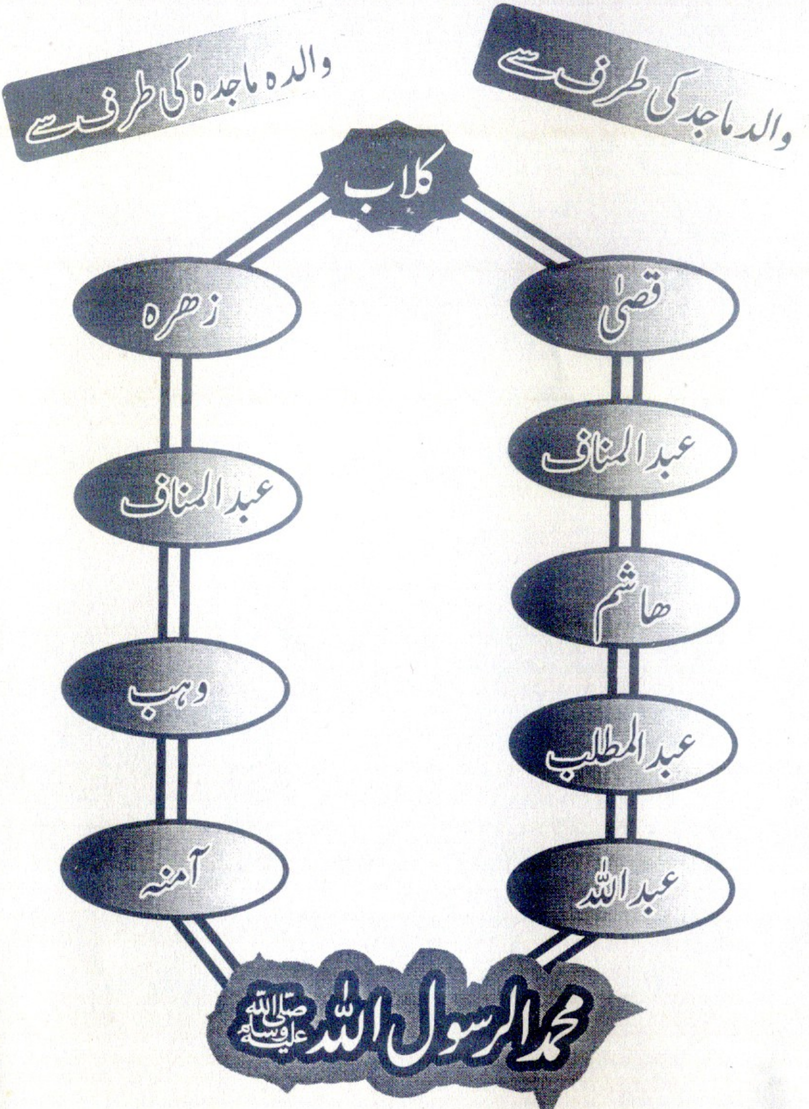
سلام اے ظل رحمانی سلام اے نور یزدانی — ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں — شریک حال قسمت ہوگیا پھر فضل ربانی

(شاہ نامہ اسلام ۔ابوالاثر حفیظ جالندھری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی السجدین. صدق اللہ العظیم.

حضور علیہ الصلوۃ السلام کے والدین کریمین کے ایمان کا بیان

حضور پاک ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں امت مسلمہ میں مندرجہ ذیل چار اقوال پائے جاتے ہیں۔

۱۔ ان کی موت دین ابراہیمی پر ہوئی۔

۲۔ وہ فوت تو دین فطرت پر ہوئے تھے مگر حضور ﷺ نے ان کو بطور معجزہ زندہ فرما کر اسلام کی دولت سے بھی نوازا اور مرتبہ صحابیت پر بھی فائیز کیا۔

۳۔ وہ زمانہ فترت میں تھے۔

۴۔ ان کی موت کفر پر ہوئی۔ (نعوذباللہ)

مندرجہ بالا اقوال میں سے چوتھا قول علماء نے رد فرمادیا ہے۔ باقی تین اقوال علماء کے ہاں مقبول ہیں۔ ان میں سے جو بھی لیا جائے کوئی حرج نہیں کیونکہ ان صورتوں میں وہ جنتی کہلائیں گے۔

ان کی موت دین ابراہیمی پر ہوئی

قرآن وحدیث کی بہت سی نصوص اس پر شاہد ہیں کہ آپ کے والدین کریمین اللہ تعالی کو ماننے والے تھے۔ ہم ان میں سے بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قرآن اور آپ کا پاکیزہ رحموں میں منتقل ہونا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی السجدین.
(الشعراء ۔ ۲۱۷۔ ۲۱۹)

آپ توکل اسی ذات پر کریں جو غالب و رحیم ہے۔ وہ (اللہ) آپ کو دیکھتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا ساجدین میں گردش کرنا بھی ملاحظہ کرتا ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اراد "تقلبك" فی اصلاب الانبیاء من نبی الی نبی حتی اخرجتك فی هذه الامته.
(الخازن ۵، ۱۰۷)

یہاں گردش سے مراد انبیاء علیہ السلام کی مبارک پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونا ہے۔ یہاں تک کہ آپ اس امت میں مبعوث ہوئے۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور تفسیر ان الفاظ میں منقول ہے۔

ای "تقلبك" من الاصلاب الطاهرة من أب الی أب الی ان جعلك نبیا.
(مسالك الحنفاء ۴۰)

یعنی گردش سے مراد پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ پشتوں کی طرف منتقل ہونا ہے۔

ساجدین سے مراد مومنین ہیں۔

آیت مبارکہ میں مفسرین نے ساجدین سے مراد مومنین لیے ہیں یعنی آپ ﷺ حضرت آدم وحوا علیہم السلام سے حضرت عبداللہ وحضرت آمنہ علیہم السلام تک جن جن کے رحموں اور پشتوں میں جلوہ افروز ہوئے وہ تمام کے تمام صاحب ایمان ہیں۔
تفسیر جمل میں ہے۔

ای یراك متقلبا فی اصلاب وارحام المومنین من لدن ادم وحواء الی عبدالله وامنه فجمیع اصوله رجالا ونساء مومنون
(الجمل ۳-۲۹۶)

اے محبوب ﷺ! حضرت آدم وحوا سے لیکر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ تک کے رحموں اور پشتوں میں آپ منتقل ہوئے ان کو آپ کا رب ملاحظہ کر رہا ہے۔ پس آپ کے تمام آباء واجداد خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں تمام اہلِ ایمان میں سے ہیں۔

صاوی علی الجلالین میں ہے۔

المراد بالساجدین المومنون والمعنی یراك متقلبا فی اصلاب وارحام المومنین من لدن ادم الی عبدالله فاصوله جمیعاً مومنون (صاوی ۳ : ۲۸۷)

ساجدین میں سے مراد اہل ایمان ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک آپ نے جن جن مومنین کے رحموں اور پشتوں میں گردش کی اللہ تعالی نے اسے ملاحظہ فرمایا (اس آیہ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے تمام آباء مومن تھے)۔

امام فخر الدین رازی اسی آیت سے اس بات پر کہ حضور ﷺ کے والدین شریفین اہل ایمان تھے، استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان اباء الانبیاء ما کا نو کفارا یدك علیه قوله تعالی: الذی یرك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین قیل معناه ینتقل نوره من ساجد الی ساجد (تفسیر کبیر)

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی الذی یرك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین ۔اس بات کا ثبوت ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے آباء اللہ کے منکر نہیں ہو سکتے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا یہ مفہوم بھی نقل کیا ہے کہ "تقلبك" سے مراد تنقل فی الاصلاب ہے۔ یعنی جب آپ کا نور یکے بعد دیگرے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتا چلا آرہا تھا تو اس وقت بھی آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو دیکھ رہا تھا کیونکہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کو قرآن کریم نے الساجدین (سجدہ کرنے والے) کہا ہے۔

وجوزحمل التنقلب علی التنقل فی الاصلاب ان یراد بالساجدین المومنون واستدلال بالایة علی الایمان ابویه ﷺ کماذهب الیه کثیر من اجلة اهل السنة.

(مظہری بحوالہ ضیاء القرآن ۳ :۴۲۱)

اس لیے اکثر علماء نے اس آیت سے حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے اور اہلسنت کے جلیل القدر علماء کا یہی مسلک ہے۔

اس کے بعد علامہ محمود احمد آلوسی لکھتے ہیں۔

وانا اخشی الکفر علی من یقول فیهما علی رغم انف علی القاری و کافربه .
(روح المعانی)

ملا علی قاری کی ناک خاک آلودہ ہو مجھے اس کے بارے میں ڈر ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے والدین کریمین کے حق میں بے ادبی کے کلمات کہتا ہے تو مجھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

اس کی تائید میں علامہ پانی پتی نے متعدد احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ما افترق الناس فرقتين الاجعلنى الله من خير هما فاخرجت من بين ابوى ولم يصبنى شىء عندالجا هليلة خرجت من نكاح لم اخرج من سفاح من لدن ادم حتى انتهيت الى ابى و امى فانا خير كم نفسا و خير كم ابا .
(مظہری بحوالہ ضیاالقران۔ ۳ :۴۲۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی نسل انسانی دو حصوں میں بٹی تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اس میں کیا جو دونوں سے بہتر تھا اپنے والدین کے ہاں میری ولادت ہوئی اس حال میں کہ مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی چیز نے ملوث نہیں کیا آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین تک میرے آباؤ اجداد میں کوئی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا۔ میں تم سب سے نفس کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے بھی۔

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ فرماتے ہیں۔

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے آباؤ اجداد سے کوئی مشرک یا فاسق نہیں۔ کیونکہ مشرکین کے بارے میں صراحۃً مذکور ہے کہ انماالمشرکون نجس اور حضور ﷺ کے آباؤ اجداد نجس نہیں ہو سکتے۔ (ضیاالقران۔ ۳ :۴۲۱)

قرآن کریم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کی قسم۔

قرآن مجید نے جہاں ذات مصطفوی ﷺ کی قسم کھائی ہے وہاں آپ ﷺ کے والد گرامی کی بھی قسم کھائی ہے اور قرآن کا یہ قسم کھانا آپ ﷺ کے نسب کی طہارت و کرامت پر شاہد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و والد وما والد (البلد۔ ۳)

قسم ہے والد کی اور قسم ہے مولود کی۔

اس آیۂ کریمہ میں ہر اس والد گرامی کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے جس کے صلب میں نور محمدی ﷺ نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کی پشت مبارکہ میں منتقل ہوا اور پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے صورت انسانی میں ظہور پذیر ہوا۔ گویا وہ تمام افراد جو نسب مصطفوی ﷺ میں شامل ہیں مورد قسم ٹھہرائے گئے۔

قرآن مجید نے والد کی قسم کھانے کے بعد اس مولود کی قسم وماولد کہہ کر کھائی جس کے وسیلہ جلیلہ سے تمام سلسلہ نسب لائق قسم گردانا گیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

المراد بالوالد ادم و ابراهيم عليهما اسلام اوای والد كان "و ماولد" محمد صلى الله عليه واله وسلم.

(تفسیر مظهری۔ ۱۰: ۲۶۴)

اس آیت میں لفظ والد سے مراد یا تو حضرت آدم وابراہیم علیھم السلام ہیں یا ہر والد مراد ہے اور وماولد سے مراد نبی اکرم ﷺ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

قرآن پاک نے آپ ﷺ کے نسب کو تمام انساب سے اعلیٰ قرار دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمومنين روف الرحيم (التوبة. ۱۲۸)

بیشک تمہارے پاس وہ رسول آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت خواہاں ایمان والوں کیے لیے نرم خو اور بے حد رحیم ہیں۔

مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ اس آیت کی تلاوت میں "اَنْفُسِکُمْ" کی بجائے "اَنْفَسِکُمْ" فا کی زیر کے ساتھ پڑھا یعنی اسم تفضیل کے طور پر پڑھا۔

قرء رسول الله ﷺ لقد جاء كم رسول من انفسكم بفتح الفاء وقال اذا انفسكم نسبا وصهرا وحسبا ليس من ابائى من لدن ادم سفاح.

رسالت مآب ﷺ نے ،انفسکم ،کو فا کی زبر کے ساتھ تلاوت کیا اور فرمایا میں تم سب سے زیادہ پاکیزہ ہوں۔ میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک کسی نے بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی طہارت نسبی پر مذکورہ بالا ارشاد گرامی کی توثیق و تصدیق کی صورت میں صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کے حسب و نسب کو بنی آدم میں سب سے افضل اور اعلیٰ قرار دیا اور یہ وضاحت فرمادی کہ میرے محبوب ﷺ کے تمام آباء و اجداد سفاحت یعنی بدکاری سے پاک تھے۔

ابن مردویہ نے حضرت انسؓ سے بھی اس قرأت کے بارے میں نقل کیا ہے۔

احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کا نسب مبارک۔

جہاں رب العالمین نے آپ ﷺ کے اعلیٰ نسب کی تصدیق فرمائی وہاں نور رحمت العالمین ﷺ نے بھی اپنے ارشادات عالیہ کے ذریعے اپنے نسب کی کرامت و طہارت کی نشاندہی بھی فرمادی تاکہ کسی بھی شخص کو آپ ﷺ کے نسب کے بارے میں کسی بھی بدگمانی کی جرات نہ ہو۔

1۔ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان الله خلق الخلق فجعلنى فى خيرفرقتهم ثم خير القبائل فجعلنى فى خير ثم خيرالبيوت فجعلنى فى خير بيوتهم فانا خير هم نفساو خير هم بيتا.

(ترمذی ۲۔۲۶۶)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں شامل کیا پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ عطا فرمایا۔ جب گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے اعلیٰ خاندان عطا فرمایا۔ میں از روئے ذات اور خاندان سب سے افضل ہوں۔

2۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات (ترمذی)

مجھے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔

3۔ مسند بزاز میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ قریش کے کچھ لوگ میری پھوپھی صاحبہ حضرت سید صفیہ بنت عبدالمطلب کی خدمت میں آئے اور انہوں نے اپنے نسب پر تفاخر کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا نسب سب لوگوں سے اعلیٰ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ ہیں۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کا مبارک نسب ہی سب سے اعلیٰ ہو سکتا ہے نہ کہ تمہارا۔ اس پر وہ تمام لوگ غصے میں آگئے اور کہنے لگے کہ حضور پاک ﷺ کا نسب ایسے ہے جیسے کوئی کھجور کا پودا کسی کوڑے کرکٹ سے اگ آئے۔

حضرت صفیہ نے یہ تمام واقعہ سرکار دوعالم ﷺ کے حضور عرض کیا تو!

فغضب رسول اللہ ﷺ و امر بلال! فنادی فی الناس فقام علی المنبر.

رسول اکرم ﷺ سخت ناراض ہوئے اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو جمع کرو۔ اسکے بعد اپنے مقدس منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔

اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا!

ایھا الناس !من انا؟ — اے لوگو! میں کون ہوں۔

قالو انت رسول اللہ! — عرض کیا گیا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد فرمایا

انسبونی! — میرا نسب بیان کرو!

فقالو محمدٌ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب — عرض کیا گیا۔ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا!

فمابال اقوام ينزلون اصلى فو الله انى لافضلهم اصلا و فيه خير هم مرضعا (مسالك الحنفاء بحواله مسند بزاز ۱۳۲)	اس قوم کا کیا حال ہو گا جو میرے نسب کو کم تصور کرتی ہے۔ انہیں علم ہونا چاہئے کہ میں نسب کے لحاظ سے ان سے افضل ہوں۔

ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

فانا خيرهم نسبا وخيرهم بيتا. (ترمزى ۲ :۲۶۶)	میں نسب اور خاندان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔

۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آقائے دو جہاں ﷺ نے اپنی اور اپنے خاندان کی فضیلت کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا!

قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم ار رجلا افضل من محمد عليه الصلوة والسلام ولم اربنى اب افضل من بنى هاشم. (مشكوهالمصابيح۔ ۵۱۱نشر طيب. ۲۶)	میں نے زمین کے تمام گوشے مشارق و مغارب گھوم کر دیکھے ہیں لیکن کوئی شخص آپ ﷺ سے افضل نظر نہیں آیا اور نہ ہی کوئی خاندان بنی ہاشم کے خاندان سے بڑھ کر افضل دکھائی دیا!

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضوان اللہ علیہما کی سیرت طیبہ کے کچھ پہلوؤں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ کا تقویٰ اور کمال عصمت وطہارت۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو لے کر نکلے تاکہ اس کا کہیں نکاح کر دیا جائے آپکا تبالہ (ایک یمنی شہر) کی ایک یہودی کاہنہ عورت پر گزر ہوا جسے فاطمہ بنت مرحتعمیہ کہتے تھے اس نے رخ عبداللہ میں نور نبوت چمکتا دیکھا تو کہنے لگی اے نوجوان اگر تم ابھی مجھ سے مباشرت کرو گے تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا!

اماالحرام فالممات دونه والحل لا
فاستبینه فکیف لی الامر الذی تبغینه

جو حرام کام ہو اس سے دور رہنے کیلئے موت بھی قبول کی جا سکتی ہے۔ رہا حلال کام تو وہ یہاں تمہارے پاس نہیں کہ میں اسکی جستجو کروں۔ تو پھر میں تماری خواہش کیسے پوری کر سکتا ہوں۔

پھر آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ آگے چلے گئے۔ انہوں نے آپکا نکاح آمنہ بنت وہب سے کر دیا آپ اپنی زوجہ محترمہ کے پاس تین دن رہے۔ پھر اسی فاطمہ مرحتعمیہ کے پاس سے گزرے تو وہ کہنے لگی۔ اے عبداللہ تو نے میرے بعد اور کیا کیا؟ فرمایا میرے والد نے آمنہ بنت وہب سے میرا نکاح کر دیا ہے۔ اور میں وہاں تین دن رہا کہنے لگی خدا کی قسم میں بدکار عورت نہیں تھی لیکن میں نے تمہارے چہرے پر ایک نور دیکھا میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ تعالیٰ نے جہاں چاہا اسے رکھ دیا پھر وہ کہنے لگی۔

انی رایت حخیلته لمعت فتلا لات یحنا تم القطر
فلمائها نور یضیی به ماحوله کا ضآ ئة البدر
ورجوته فخرا ابوء به ماکل قادح زنده یودی
لله ماذ هربة سلبت ثوبیك ماستلبت وما تدری

(۱) ترجمہ: میں نے ایک بجلی (نور و روشنی) چمکتی دیکھی جس نے سیاہ بادلوں کو بھی جگمگا دیا تھا۔

(۲) اس بجلی میں وہ نور تھا جو اپنے ماحول کو روشن کر رہا تھا۔

(۳) میں نے اسے حاصل کرنا چاہا تاکہ اس پر فخر کرتی رہوں مگر ہر پتھر رگڑنے والا آگ نہیں پیدا کر لیتا۔

(۴) مگر اس زہری عورت (حضرت آمنہ) کی عظمت اللہ ہی کی عطا ہے جس نے (اے عبداللہ) تمارے دونوں کپڑے (نبوت اور حکومت) لے لئے اس نے کیا لے لیا وہ کیا جانے ؟ (دلائل النبوۃ ۔ ۱۲۲)

معلوم ہوا کہ جناب عبداللہ کتنے متقی تھے۔ اور والد سید الانبیاء ﷺ کی شان کے لائق بھی یہی عصمت وعفت ہے کیونکہ نبی دو عالم ﷺ کے ارشادات جو سابقہ صفحات میں گزر چکے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کیا ہے تو ان ارشادات کی روشنی میں حضرت عبداللہ کے خیالات ایسے ہی پاکیزہ ہونے چاہئیں تھے۔ مجھے بتلایا جائے کہ جس مرد کو حسین ترین اور دولت مند عورت دعوتِ گناہ دے لیکن وہ غریب مگر غیرت مند مرد اپنی طہارت کو محفوظ رکھنے کیلئے اس کی دولت کو ٹھکرا دے اس سے بڑا متقی اور خوفِ خدا کا مالک کون ہو سکتا ہے۔

علامہ صلاح صفدیؒ نے اپنے تذکرہ میں رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کے یہ اشعار نقل کیئے ہیں۔

لقد حکم السارون في کل بلده — بان لنا فضلا علی سادة الارض

وان الجاذوالمجد واسود دالذی — یشاربه ماه بین نشره الی حفض

وجد واباء له اثلوالعلا — قدیما بطیب العرق والحسب المحض

ترجمہ: ہر ملک کے مسافروں نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہمیں زمین کے سرداروں پر فضیلت وبزرگی حاصل ہے اور میرے والد ایسی سرداری اور بزرگی والے ہیں جس کی طرف ہر نشیب وفراز سے استارہ کیا جاتا ہے ان کے آباؤ اجداد قدیم سے ہی پاک حسب والے ہیں۔

(سیرت الرسول پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ۳ : ۵۰۳)

محسننه کائنات سیده طیبه طاهره حضرت آمنه رضی الله تعالیٰ عنها کی حیات طیبہ پر ایک نظر۔

حضرت آمنہ کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کی زندگی میں شرک اور بت پرستی کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا اس کے برعکس ایسے بہت سے احوال ہیں جو ان کی فکری راست روی، توحید پسندی، خدا اور آخرت پر ایمان اور درست عقیدے پر دلالت کرتے ہیں دوسرے لوگ تو صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد و بعثت کے بارے میں سن کر راہِ حق کے مسافر بنے تھے مگر حضرت آمنہ نے بچشم خود آمد مصطفیٰ ﷺ کا مشاہدہ کیا تھا۔ انوار کی بارش دیکھی خواب میں اور

پھر بیداری میں ملک شام کے محلات کا نظارہ کیا تھا غیبی ہدایات پائی تھیں اور آسمانی مبارک بادیں وصول کی تھیں۔ حضرت حلیمہ جب حضور پاک ﷺ کو لے کر آئیں تو وہ شق صدر کے واقعہ کے باعث پریشان تھیں آپ نے حضرت حلیمہ اور اس کے شوہر کو فرمایا۔

احشیتما علیه الشیطان کلا والله ما للشیطان علیه سبیل وانه لکائن لا بنی هذا شان.

کیا تمہیں اس پر شیطانی اثرات کا اندیشہ ہے بخدا شیطان کو اس پر کوئی قدرت نہیں ہو سکتی میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔

مدینہ طیبہ میں یہود کو کہتے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں تو ان کے یقین میں اضافہ ہوا پھر وفات کے وقت جو اشعار کہے ان میں رب کریم کی جلالت وقدرت کو حضور کی بعثت پر یقین کا واضع اشارہ موجود ہے۔ اور مزید یہ کہ جو آپ نے اشعار اپنی وفات کے وقت کہے وہ بھی آپ کے ایمان پر دلیل ہیں۔

امام ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ اسماء بنت ابی رھم اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ وہ آمنہ کی وفات کے وقت ان کے پاس تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور شان معصومیت کے ساتھ اپنی والدہ کی وفات کے وقت ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضرت آمنہ نے آخری وقت بڑی حسرت کے ساتھ حضور پاک ﷺ کے چہرہ اقدس پر پیار بھری نظر ڈالی یہ شعر کہے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

بارک فیك الله من غلام — یاابن الذی منهم حومه الحما م

نجابعون الملك المنعام — فودی غداة الضرب باالسهام

بمائة من اهل سوام — ان صح ما ابصرت فی المنام

فانت مبعوث الی الانام — من عند ذی الجلال والکرام

تبعث فی لحل و فی الحرام — تبعث بالتحقیق و الاسلام

دین ابیك البر ابرهام — فالله انهاك عن الاصنام

ان لا توالیها مع الاقوام

ترجمہ :اے بیٹے !اللہ تجھے برکت دے عظیم باپ کے فرزند جس نے بادشاہ حقیقی اور منعم کائنات کی عنایت ومہربانی سے زبردست موت کے آہنی چنگل سے نجات حاصل کی چنانچہ جس روز قرعہ اندازی ہوئی توان کے بدلے سوچرنے والے اونٹ قربان کیے گئے۔ میرے پیارے محمد ﷺ جو خواب میں نے دیکھے ہیں اگر وہ سچ ہیں تو میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں تو جلیل وکریم رب تعالیٰ کی طرف سے نبی بن کر مخلوق خدا کی طرف مبعوث ہونیوالا ہے۔ تو حق و صداقت اور اپنے دادا حضرت ابراہیم کے دین اور اسلام کی روشنی کی ساتھ حرم اور غیر حرم کے تمام علاقوں کی طرف مبعوث ہوگا۔ پوری قوم بتوں کی پرستش اور ان کی محبت میں گرفتار ہے لیکن اللہ پاک نے تجھے ان خرافات سے روک دیا ہے کہ آپ ان بت پرستوں سے دوستی نہ کریں۔

(الخصائص الکبری۔ امام جلال الدین سیوطی۔ شرح المواہب الدنیہ۔ امام زرقانی)

ان اشعار کے بعد آپ کے آخری کلمات یہ تھے۔

كل حي مية وكل جديد بال وكل كبير
يغنى و انا ميتة وذكرى باق ولدت طهرا
وقدتركت خيرا .

(الخصائص الكبرى)

اور ہر بڑا فنا ہوگا۔ اب میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر دنیا میں باقی رہے گا۔ کیونکہ میں ایک ایسے بچے کو جنم دے چلی ہوں جو سراپا طہارت ہے۔

ہو درود تجھ پہ بھی آمنہ تیرے چاند پر بھی سلام ہو
تیری گود کتنی عظیم ہے ملا تجھ کو ماہ تمام ہے

والدین شریفین کا زندہ ہو کر اسلام لانا

بعض روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے والدین کریمین موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے اور ان کی یہ زندگی آقائے دوجہاں ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات میں سے ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ حجتہ الوداع کے موقع پر رسالت مآب ﷺ قبرستان حجون میں تشریف لے گئے۔

نزل الحجون حزینا فاقام بھا ماشاء اللہ عزوجل ثم رجع مسرورا
(المعجم الاوسط)

اور کیفیت یہ تھی کہ آپ نہایت ہی پریشان اور غمگین تھے وہاں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق آپ ﷺ ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد خوشی کی حالت میں آپ ﷺ واپس ہمارے پاس تشریف لائے۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پہلے غمگین تھے مگر واپسی پر نہایت خوش نظر آرہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

سالت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا
(نور الھدی ۴۲ بحوالہ المعجم الاوسط)

میں نے اپنے رب کریم کے حضور اپنی والدہ ماجدہ کے بارے میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو میری خاطر زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس کے بعد ان کو برزخ کی طرف لوٹا دیا گیا۔

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں اور حافظ عمر بن عثمان نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ رسالت مآب ﷺ جب ہمارے ساتھ حجتہ الوداع کے موقع پر تشریف لے گئے تو آپ مجھے اپنے ساتھ حجون

کے قبرستان میں لے گئے۔ آپ ﷺ نہایت غمگین تھے آپ ﷺ نے مجھے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ میں اونٹ پر سوار تھی اتر کر کجاوے کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئی۔

قمكث عنى طويلا ثم انه عاد الى و هو فرح متبسم فقلت لها با ابى وامى يا رسول الله نزلت من عندى انت باك خزينا فبكيت ببكاء ك ثم عدت الى وانت متبسم فممازا يارسول الله قال زهبت الى قبرامى فسالت الله ان يحيها فاحيا ه فامنت بى ثم ردها.

(السابق واللاحق ۷۷ ۳ مطبوعه رياض)

کافی دیر کے بعد آپ ﷺ واپس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ نہایت خوش وخرم اور مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ میرے پاس سے غمگین حالت میں تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی آپ کے رونے کی وجہ سے روتی رہی۔ اب آپ ﷺ بہت ہی خوش ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کیلئے گیا تھا اور میں نے بارگاہ رب العزت میں سوال کیا کہ میری والدہ ماجدہ کو زندہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور دوبارہ واپس تشریف لے گئیں۔

ایک اہم سوال اور اسکا جواب۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ سابقہ گفتگو میں جن آیات اور احادیث کا ذکر کیا گیا ان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے والدین فوت ہونے سے پہلے موحد مسلمان تھے جب کہ مذکورہ بالا روایات اس بات کی نفی کرتی ہیں کہ پہلے مسلمان نہ تھے بعد میں زندہ ہو کر اسلام لائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہو کر اسلام اس لئے نہیں لائے کہ وہ مسلمان نہیں تھے بلکہ مقصد یہ تھا کہ وہ درجہ صحابیت پر فائز ہو جائیں۔

امام عبدالعزیز پرہارویؒ رقمطراز ہیں۔

والجمع ان الاحیاء کرامة لهما یضاعف ثوابهما (النبراس۔۵۲۷)

ان روایات کے درمیان موافقت اس طرح ہے کہ ان کو زندہ اسلام لانے کیلئے نہیں کیا گیا تھا فقط اسلئے کہ ان کی عزت و کرامت کا اظہار اور ان کے درجات میں مزید اضافہ ہو۔

نیز مذکورہ بالا آیات اور احادیث اس بات پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر و مشرک نہیں۔ کیونکہ کافر و مشرک کو اللہ تعالیٰ نے انما المشرکون نجس فرما کر پلید قرار دیا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو آپ ﷺ اپنے آباؤ اجداد کو پاکیزہ کس طرح فرما سکتے تھے؟

وہ زمانہ فترت میں تھے

جس زمانہ میں کوئی نبی موجود نہ ہو اسے "دور فترت" کہتے ہیں اس دور کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی شخص کفر و شرک، بت پرستی اور خلاف توحید عقائد و اعمال سے بچتا رہے تو وہ ناجی اور عند اللہ مقبول ہوتا ہے۔ ایک دین کے تفصیلی احکام پر عمل پیرا ہونا ان کیلئے لازم نہیں کیونکہ اس وقت نبی موجود نہیں ہوتا جو انہیں احکام بتائے۔ تفصیلات سے آگاہ کرے اور اپنا اسوہ حسنہ پیش کر کے انہیں اپنی پیروی کی تلقین کرے۔ اس لئے ایسے لوگوں کا توحید باری تعالیٰ کا قائل ہو جانا ہی کافی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی واحدنیت پر ایمان لے آئیں۔ تلاش حق میں کوشاں رہیں اور جو کام اچھا سمجھیں کرتے رہیں۔ یہی کچھ ان کیلئے سامان نجات ہے۔ یہ ایک غلط اور گمراہ کن تصور ہے کہ جو بھی دور فترت یا دور جاہلیت میں ہو وہ کافر ہوتا ہے۔ دور جاہلیت میں چند ایسے افراد بھی موجود تھے جو سچے دین کی تلاش میں تھے اور بت پرستی کے ماحول میں رہتے ہوئے بھی جاہلانہ اور مشرکانہ رسم و رواج سے کلی طور پر مجتنب تھے بلکہ لوگوں کو توحید کے منافی عقائد و اعمال سے روکتے تھے کہ وہ ان خرافات سے باز آجائیں۔ اس سلسلہ میں ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو بن نفیل کے نام قابل ذکر ہیں جو جاہلی حرکات سے بیزار اور مشرکانہ رسوم کے خلاف ننگی تلوار تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ بھی اسی دور کے مسلمان ہیں جو طبعی طور پر بت پرستی سے نفور تھے اور جاہلی عادات و اطوار سے نالاں تھے۔ وہ تاریک ترین حالات میں بھی خیر و صداقت اور صراط مستقیم کی تلاش میں سرگرداں رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعثار سولا. ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں رسول معبوث نہ فرمائیں۔

حضور ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اپنی کتاب ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۷۹ پر رقمطراز ہیں۔
حضور ﷺ کے والدین کا تعلق زمانہ فترت سے ہے سب سے قریبی زمانہ میں معبوث ہونے والے رسول حضرت عیسیٰ علیہ اسلام ہیں۔ ان کے بعد چھ سو سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ اس عرصہ دراز

میں آپ پر نازل شدہ کتاب انجیل میں طرح طرح کی تحریفات راہ پا چکی تھیں۔ آپ کو عبداللہ ورسول اللہ کی بجائے آپ کی امت ابن اللہ کہنے کی گمراہی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اب اس دور کے لوگ ھدایت کی روشنی حاصل کرتے تو کہاں سے؟ کلمہ حق سنتے تو کس سے؟ اس سے بھی اہم بات یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام صرف بنی اسرائیل کی راہنمائی کیلئے معبوث ہوئے تھے۔ حجاز کے صحرا نشین انکی امت دعوت میں داخل ہی نہ تھے۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے ان کو تبلیغ فرمائی کیونکہ ان کو دعوت حق دینا ان کی ذمہ داری ہی نہ تھی اور نہ آپکے حواریوں نے یہ زحمت برداشت کی۔

ان حقائق کی روشنی میں ارشادالٰہی کے یہی لوگ مصداق ہیں۔ سابقہ آیت کی تائید اس دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے ارشادباری تعالیٰ ہے۔

وماکان ربك مهلك القریٰ حتیٰ یبعث فی امهارسولا یتلو علیهم ایتنا.
(القصص۔۵۹)

اور نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو یہاں تک کہ بھیجے ان کے مرکزی شہر میں کوئی رسول جو پڑھ کر سنائے وہاں کے رہنے والوں کو ہماری آیتیں۔

علماء کرام نے اہل فترت کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا طبقہ۔

ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنے نور بصیرت سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ تک رسائی حاصل کر لی جیسے قیس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل اور قوم تبع کے بعض بادشاہ۔

دوسرا طبقہ۔

ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دین ابراہیمی کو بگاڑا، بت پرستی کا آغاز کیا، اپنی قوم کو بڑی کوششوں سے شرک کا فاسد عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور کیا اور اپنی طرف سے حلال وحرام کے بارے میں قانون بنا کر قوم میں رائج کیے۔ جیسے عمرو بن لحی الخزاعی اور اس کے ہم نوا۔ اس طبقہ کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تیسرا طبقہ۔

جو اپنی غفلت اور بے خبری کی وجہ سے ہر قسم کے عقیدہ سے بے نیاز رہا۔ انہوں نے توحید خداوندی کا عقیدہ اپنایا اور نہ وہ شرک اور اصنام پرستی کے مرتکب ہوئے۔ یہ وہ طبقہ ہے جسے عذاب نہیں دیا جائے گا۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا کا مصداق یہی طبقہ ہے۔

حضور پاک ﷺ کے والدین کریمین اہل فترت میں سے تھے نہ ان کے پاس حضرت اسمائیل کے زمانے سے لے کر حضور پاک ﷺ کی بعثت تک کوئی نبی آیا نہ اس کی دعوت کو مسترد کیا۔ اس لیے وہ نجات یافتہ ہیں۔

﴿ ان کی موت کفر پر ہوئی ﴾

اس عقیدے کی علمائے اسلام نے تردید کی ہے اور کسی نے اسے پسند نہیں کیا۔ اور اس عقیدے کو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کے مترادف قرار دیا ہے۔

حضرت امام سہیلی "الروض الانف" میں مسلم کی حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ زندوں کو مردوں کے باعث ایذا نہ دو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان الذین یوذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا و الاخرة واعدلهم عذابا مهینا. (الاحزاب)

بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کیلئے (اس نے) بڑا ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

"ایسا شخص معلون ہے"۔

ابو بکر بن العربی مذہب مالکیہ کے اماموں میں سے ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ کے والدین آگ میں ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ کے اس ارشاد کے مطابق (ان الذین یوذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا و الاخرة واعدلهم عذابا مهینا.) یہ بات کہنے والا شخص معلون ہے اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے لئے اذیت کیا ہو گی کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں۔

"ایسا شخص مغضوب ہے"۔

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن عبد المالک بن ابی غنیہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے عامل نوفل بن الغرات نے بیان کیا ہے کہ ہمارے پاس اہل شام کا ایک امان یافتہ کاتب تھا۔ اس نے ایک ایسے آدمی کو ایک ضلع کا افسر بنا دیا جس کے باپ نے ایک مجوسیہ سے زنا کیا تھا۔ جب

حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسے بلا کر کہا کہ تجھے اس امر کی جرأت کیسے ہوئی کہ ایسے شخص کو ایک ضلع کا افسر بنا دیا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو خیریت سے رکھے۔ اس بات کی وجہ سے مجھ پر کوئی گناہ نہیں ہو گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے والدین بھی مشرک تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس کی یہ بات سنی تو آہ سرد کھینچ کر خاموش ہو گئے اور پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ میں اس کی زبان کاٹوں یا ہاتھ اور ٹانگ یا اسکی گردن ہی کاٹ دوں؟ پھر فرمایا جب تک میں زندہ ہوں تو حکمران نہیں بن سکے گا۔ (سیرۃ الرسول۔ ۲: ۵۰۱ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر لقادری)

حضور ﷺ کو فعل مباح سے بھی ایذا دینا جائز نہیں۔

الباجی شرح موطا میں فرماتے ہیں کہ بعض علما نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مباح فعل سے ایذاء دینا بھی جائز نہیں جب کہ دوسرے لوگوں کو مباح فعل ایذا دینے سے منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی فعل مباح کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہی کیوں نہ پہنچتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابو جہل کی بیٹی سے حضرت علیؓ کے نکاح کی بات ہوئی تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا! فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امر کو حرام نہیں کرتا۔ مگر خدا کی قسم رسولِ خدا ﷺ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک آدمی کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔

چنانچہ مولف نے دونوں پر حکم قرار دیا کہ حضور پاک ﷺ کو فعل مباح سے بھی تکلیف دینی جائز نہیں ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے حجت پکڑی ہے کہ (ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا۔) پس مومنین پر یہ شرط لگا دی گئی کہ وہ دوسرے لوگوں کو ان کے کسی فعل کے بغیر ایذا نہ دیں اور حضور ﷺ کو ایذا دینا خصوصیت کیساتھ غیر مشروط طور پر منع ہے۔ (سیرۃ الرسول جلد دوم پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

حضرت امام بیہقی شعب الایمان میں حدیث بیان فرماتے ہیں کہ حضرت طلق بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا!

لو ادرکت و الدی اواحد هما وانا فی الصلوة .الاعشاء وقد قراة فیها بفاتحته الکتاب تنادی یا محمد ﷺ لاجبتها لبیك.

(سیرة رسول ـ ۲ : ۵۰۳)

اگر میں اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو پالیتا اور میں عشاء کی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا تو اس حالت میں میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتیں کہ اے محمد ﷺ تو میں نماز چھوڑ کر جواب دیتا کہ امی جان میں حاضر ہوں۔

امام موفق الدین بن قدامہ حنبلی اپنی کتاب المقنع میں لکھتے ہیں جو مسلمان یا کافر حضور ﷺ کی والدہ معظّمہ پر اتہام تراشی کرتا ہے اسے قتل کر دیا جائے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ والدین کریمین مصطفٰی کے ایمان کے بارے میں شک وشبہ کرنا جب کہ کوئی قطعی اور صحیح وصریح دلیل بھی نہیں تو زبان و قلم سے کوئی گستاخی کرنا شدید غلطی اور سنگین معاملہ ہے جو ایذائے رسول ﷺ کا موجب ہے۔ علماء اسلام نے واضح فرمایا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کے حوالے سے زبان و قلم کو نہایت احتیاط لازم ہے کیوں کہ اس باب میں بے احتیاطی کرنا رسول کریم ﷺ کو تکلیف وایذا پہنچانا ہے جس کا نتیجہ وانجام بہت بھیانک اور سخت ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو یعنی ایک مسلمان پر گناہ کبیرہ کا الزام لگانے کیلئے دوسرے مسلمان کو اس قدر احتیاط ضروری ہے تو اندازہ کر لیا جائے کہ والدین کریمین کے ایمان کا معاذ اللہ انکار اس کی قطعی دلیل کے بغیر کیونکر جائز ہوگا۔

حضرت مولانا محمد شفیع اکاڑویؒ نے اپنی ایک کتاب الذکر الحسین فی سیرۃ النبی الامین میں قاضی ابو بکر کا فتوی نقل کرنے کے بعد مواہب الدنیہ سے امام قسطلانی اور الاصابہ فی تمیز الصحابہ سے امام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی کی نقل کی ہوئی روایت کے مطابق تحریر فرماتے ہیں کہ!

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو لہب کی بیٹی "سبعیه" حضور پاک ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ

میں حاضر ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہے پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت (میرے قریبی رشتہ داروں) کے بارے میں مجھے ایذا پہنچا رہے ہیں۔ یاد رکھو جس نے مجھے ایذا پہنچائی در حقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں!

قرآن کریم میں ہے کہ قرابت رسول ﷺ کی محبت اہل ایمان پر واجب ہے اور یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانا ایسا سنگین جرم ہے جو لعنت و عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ابو لہب کی بیٹی حضرت سبعیہ کو جہنم کے ایندھن کی بیٹی کہنے پر رسول کریم ﷺ کو کس قدر اذیت پہنچی۔ حالانکہ ابو لہب کے بارے میں یہ شک نہیں ہو سکتا کہ وہ جہنم کا ایندھن نہیں ہے مگر اس کی مسلمان ہو جانے والی بیٹی کو کافر باپ کی نسبت سے طنز و طعن کے طور پر پکارنا باعث اذیت ٹھہرا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کے مومن والدین کے بارے میں بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ کو کس قدر اذیت پہنچاتے ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی در اصل اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی۔

(سراج منیر ص ۹۷ / ۳ بحوالہ والدین رسالت مآب علامہ کوکب نورانی اکاڑوی)

مزید ملاحظہ فرمائیں مسلم شریف میں حدیث ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا کہ جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور اسی مسلم شریف کی حدیث کے مطابق جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں رانگ کی طرح پگھلائے گا۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو اہل مدینہ کو اذیت دے گا اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اس شخص کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

(سراج منیر ۲۸۰ / ۳)

اندازہ کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک بال مبارک کو اذیت پہنچانا رسول کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانا ہے۔ یہی نہیں بلکہ شہر مقدس، شہر مدینہ طیبہ اور حضور ﷺ کے پڑوسیوں کو صرف ایذا دینا ایسا جرم قرار دیا گیا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس کے بعد وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے لیے نامناسب طرز بیانی یا کھلی بے ادبی کے مرتکب ہوں ان کی بد بختی اور برے انجام میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

علماء اسلام نے واضح فرمایا ہے کہ جو نبی پاک کی مبارک نعلین کو جتڑی اور ان کے لباس مبارک کو حقارت سے میلا کہہ دے وہ سخت بے ادبی کا مرتکب ہونے کی وجہ سے اپنا ایمان ضائع کر دیتا ہے۔

ہوش اور احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے مقدس والدین کریمین کا معاملہ ہے۔ کوئی خود کو علامہ فہامہ ثابت کرنے کیلیے اگر گستاخی و بے ادبی کرتا ہے یا بے ادبی کے لہجے اور سنگین الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی نسبتوں کی توہین کرتا ہے تو وہ اپنے علم و ہنر سے خود اپنے لئے تباہی کا سامان تیار کرتا ہے۔

ایسی بات سے سکوت بہتر ہے۔ کیا فائدہ ایسی گفتگو کا، ایسی تحریر کا، جو اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی ناراضگی و اذیت کا سبب بنے۔

رسول کریم ﷺ اللہ کریم کے وہ محبوب ہیں کہ ان کی بارگاہ کے آداب خود اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائے ہیں۔ ان کی بارگاہ میں آواز کا اونچا کرنا عمر بھر کے نیک اعمال کی بربادی کا سبب ہو جاتا ہے اور ان کے حوالے سے معمولی سی بے ادبی دین و ایمان سے محروم کر دیتی ہے اور شدید عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے۔ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان میں شک کی بات کی ہے انہوں نے اجتہادی خطا کی ہے اور تحقیق کے تمام مرحلے پورے نہیں کیئے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا یہ فعل ان کی اس بارے میں مکمل تحقیق سے ناواقفی کا نتیجہ اور شدید اجتہادی خطا ہے۔ اللہ کریم ہمیں ایمان پر استقامت اور ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿ آئمہ امت کے اقوال ﴾

یہاں ہم علماء امت میں سے بعض مسلمہ شخصیات کی تصریحات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کو مسلمان تصور کرنا چاہیے۔

ا۔ امام فخر الدین رازی سر تاج المفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ففيه دلالة ان جميع اباء ه ﷺ كانو مسلمين (تفسیر کبیر)

یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ کے تمام آباؤ اجداد گرامی مسلمان ہیں۔

۲۔ حافظ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں۔

ان اباء النبی ﷺ و امهاته الى ادم وحواء ليس فيهم كافر لان لايقال فى حقه طاهر بل هو نجس (افضل القرى)

آپ کے آباء اور امہات حضرت آدم و حوا تک تمام کے تمام مسلمان ہیں کافر نہیں کیونکہ کافر نجس ہوتے ہیں طاہر نہیں ہوتے۔

۳۔ مشہور مفسر قرآن امام قرطبیؒ حضور پاک ﷺ کے خصائص مبارکہ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔

ليس احياء هماوايمانهما يمنع عقلا و لا شرعا فقدورد فى الكتب العزيز احياء قتيل بنى اسرائيل واحباره بقاتله و كان عيسى عليه السلام يحيى الموتى وكذالك نبينا صلى الله عليه وسلم احياء الله تعالى على يديه جماعة من الموتى واذاثبت هذا فلايمنع ايمانهما بعد احياء هما فيكون ذلك زيادة فى كرامته وفضيلته.

(التذكره للقرطبى ١ : ٢٥)

آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ عقلاً ناممکن ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن حکیم نے متعدد مواقع پر مردوں کا زندہ ہونا بیان کیا ہے مثلاً بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا اور اپنے قاتل کی نشاندہی کرنا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کا بطور معجزہ مردوں کو زندہ کرنا اسی طرح احادیث میں ہمارے آقا علیہ السلام کے بارے میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بہت سے مردوں کو زندہ کیا۔ جب تمام باتیں ثابت ہیں تو پھر آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کو تسلیم کر لینا چاہیے بلکہ یہ آپ کی کرامت و فضیلت ہے۔

۴۔ امام زرقانیؒ نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اذاسئلت عنهما فقل هما ناجيان فى الجنة.

جب کوئی تجھ سے حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں سوال کرے تو جواب میں کہہ دو کہ وہ تو اہل جنت میں سے ہیں۔

(زرقانی علی المواهب: ۱۔۱۸۶)

۵۔ امام جلال الدین سیوطی نے اس موضوع پر مستقل چھ کتابیں لکھی ہیں جن میں ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین جنتی ہیں۔ کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مسالك الحنفاء فى والدى المصطفى صلى الله عليه وسلم.

۲۔ الدرج المنيفة فى الاباء الشيريفة.

۳۔ المقال السندسية فى النسبة المصطفويه صلى الله عليه وسلم.

۴۔ التعظيم والمنة فى ان ابوى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الجنة.

۵۔ نشر المالمين المنيفين فى احياء الابوين الشريفين.

۶۔ السبل الجلية فى الاباء العلية.

۶۔ امام شامیؒ جن کا فتویٰ تمام امت مسلمہ کے ہاں مقبول ہے لکھتے ہیں۔

الاترى ان نبينا صلى الله عليه والسلام قداكرمه الله تعالى بحياة ابويه له حتى امنابه كمافى الحديث صحيح القرطبى وابن ناصرالدين دمشقى بالايمان بعد على خلاف القاعده اكراما لنبيهم صلى الله عليه وسلم.

حدیث میں موجود ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین بطور معجزہ ایمان لائے۔ امام قرطبی حافظ ابن ناصر الدین دمشقی جیسے مسلمہ لوگوں نے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ تمام بطور خرق عادت فقط حضور ﷺ کے پیش نظر ہوا۔

(فتاوی شامی. ۱. ۲۹۸)

۷۔ابن نجیمؒ لکھتے ہیں۔

ومن مات على الكفر ابيع لعنة الا الوالدى رسول اللهﷺ لثبوت ان الله تعالى احياهما حتى امنابه .
(الاشباه والنظائر . ۴۵۳)

ہر فوت شدہ کافر پر لعنت کرنا جائز ہے مگر حضور ﷺ کے والدین چونکہ زندہ ہو کر اسلام لے آئے لہذا ان کے بارے میں جائز نہیں۔

۸۔ قاضی ابو بکر ابن العربیؒ سے کسی سائل نے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو حضور ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا!

انه ملعون بقوله تعالى ان الذين يوزون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا و الاخرة واعدلهم عذابا مهينا ولا اذى اعظم من ان يقال ابويه فى النار (روح المعانى)

وہ شخص لعنتی ہے۔اللہ تعالی کے اس ارشاد کے مطابق کہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے اور کسی کے والدین کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ آگ میں ہیں اس سے بڑھ کر اذیت نہیں ہو سکتی۔

۹۔ علامہ محمود احمد آلوسیؒ وتقلبك فى الساجدين کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

والا ستدلال على ايمان ابويهﷺ كما ذهب اليه كثير من اجلة اهلسنت وانا اختشى الكفر على من يقول فيهما رضى الله عنهما على رغم انف على القارى.
(روح المعانى . ۲۔۴۴۲)

اکثر اکابر اہلسنت نے اس آیت سے آپ ﷺ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین اہل ایمان ہیں۔ ملا علی قاری کی ناک خاک آلود ہو میں اس شخص کے بارے میں ڈرتا ہوں جو آپ کے والدین کے کفر کا قائل ہے کیونکہ کہیں وہ خود کافر نہ ہو جائے۔

۱۰۔ امام ناصر الدین ابن المنیر مالکیؒ اپنی تصنیف المقتضیٰ فی شرف المصطفیٰ ﷺ میں لکھتے ہیں۔

فی الحدیث ان انبی صلی الله علیه وسلم دعاالله تعالی ان یحیی له ابویه فاحیا هما وامنابه وصدقا وماتامومین۔

(نشر العالمین۔ ۵۷)

حدیث میں موجود ہے کہ نبی کریم نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جس پر آپ کے والدین نے زندہ ہو کر ایمان قبول کیا اور دونوں نے تصدیق کی اور ایمان کی حالت میں رخصت ہوئے۔

۱۱۔ صاحب تاریخ الخمیس نے امت کے اکثر اکابر علماء کا یہی مسلک قرار دیا ہے لکھتے ہیں۔

ویذ هب جمع کثیر من الائمة الاعلام الی ان ابوی انبی صلی الله علیه ولسلام نا حیان محکوم لهما بالنجاة فی الاخرة وهم اعلم الناس باقوال خالفهم۔

(تاریخ الخمیس۔ ۱۔ ۳۰۱)

اکثر آئمہ اور اکابر کا مسلک یہی ہے کہ حضور پاک ﷺ کے والدین آخرت میں نجات پائیں گے اور اگر کوئی اس کے خلاف قول ہے تو یہ لوگ اسے بہتر جانتے ہیں۔

۱۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہے کہ یہ مسئلہ متقدمین پر مستور تھا اور متاخرین پر ظاہر کیا گیا۔ لکھتے ہیں۔

واما متاخرین پس بتحقیق اثبات کرده انداسلام والدین بلکه تمامه آباء وامهات آنحضرت ﷺ را تا آدم علیه اسلام وایں علم گویا مستور بود ازمتقدمین پس کشف کرد ازاحق تعالیٰ برمتاخرین و الله یختص برحمته من یشاء بماشاء من فضله. (اشعة اللمعات۔ ۱۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸)

مگر متاخرین نے حضور ﷺ کے والدین کے اسلام کو دلائل سے ثابت کیا ہے نہ صرف یہ بلکہ آدم علیہ السلام تک حضور ﷺ کے آباء اور امہات کے اسلام کا اثبات کیا ہے۔ گویا یہ علم متقدمین پر مستور رہا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر ظاہر کر دیا اور اللہ جسے چاہتا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اپنے فضل میں جو کچھ چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

عارف کامل، تاجدار گولڑہ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے سوال کیا گیا کہ حضور پاک ﷺ کے والدین کریمین اسلام پر فوت ہوئے یا نہیں ؟اگر اسلام پر فوت نہیں ہوئے تو کس پیغمبر علیہ السلام کے دین پر تھے۔ آپ نے حضور ﷺ کے والدین کریمینؓ کا ایمان ثابت کرتے ہوئے فرمایا!

اثبات اسلام کے تین طریقے ہیں۔

۱۔ والدین شریفین آنحضرت ﷺ دین ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر تھے۔

۲۔ دونوں صاحب زمانہ فترت میں تھے نہ کہ زمانہ نبوت میں۔ یعنی ان کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی تھی۔

۳۔ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی دعا سے آپ کے والدین شریفین کو زندہ کیا اور وہ اسلام لائے چنانچہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بارگاہ ایزدی میں سوال کیا الٰہی میرے والدین کو زندہ فرما کر مشرف بہ اسلام کر۔ اگرچہ بعض احادیث میں اس کے خلاف بھی تصریح معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث کی علماء متقدین نے تضعیف بھی کی ہے لیکن متاخرین محققین نے حدیث احیاء کی تصحیح و تحسین کئی طرح سے فرمائی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث احیاء ان احادیث سے جن کو متقدمین متاخرین نے روایت کیا۔ گویا کہ یہ علم متقدمین سے ایک گونہ پوشیدہ مستور تھا اور متاخرین پر اللہ تعالی نے کھول دیا۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء من فضلہ۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر القرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرنی الزی کنت منہ .(بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری بعثت خیر قرون بنی آدم میں قرن بعد قرن ہوئی اور خیریت بعثت نبوی باوجود تلوث کفر آباؤ اجداد غیر متصور۔

وعن واثلۃ بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ الصطفی کنانۃ من ولداسمیعل واصطفی کنانۃ من قریشا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم (مسلم)

(فتاوی مہریہ .۱۳)

فرمایا اللہ تعالی نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو افضل بنایا۔ اور مجھے بنی ہاشم میں یہ خلعت اصطفائی پہنائی گئی۔

۱۴۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضاخان فاضل بریلویؒ۔

چوتھی اور پانچویں صدی کے مشہور اماموں، امام حجتہ اللہ الاسلام محمد بن غزالی، امام اجل، امام الحرمین ،امام ابن السمعانی، امام کیاہراسی، امام اجل قاضی ابوبکر باقلانی، یہاں تک کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں۔ جس سے رسول کریم ﷺ کے تمام آباء وامہات اقدس کا ناجی ہونا سورج کی طرح روشن وثابت ہے بلکہ بالاجماع تمام آئمہ اشاعرہ اور آئمہ ماتریدیہ سے مشائخ مختار اسب کا یہی مذہب ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین ناجی ہیں۔ کتاب الخمیس مستطاب الدرج المنیفہ فی الاباء شریفہ سے نقل فرماتے ہیں بہت زیادہ اور بڑے بڑے اماموں کا یہی مذہب ہے کہ ابوین مصطفیٰ ﷺ ناجی ہیں۔ ان بڑے بڑے اماموں کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ احادیث سے غافل تھے جن سے اس مسئلہ میں اختلاف پر استدلال کیا جاتا ہے۔ معاذاللہ! ایسا نہیں بلکہ وہ ضرور ان سے واقف ہوئے اور تہہ تک پہنچے اور انہوں نے وہ پسندیدہ جواب دیئے جنہیں کوئی انصاف والا رد نہیں کرے گا اور نجات والدین پر ایسے دلائل قاطعہ قائم کیئے جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کسی کے ہلانے سے نہیں ہل سکتے۔ (رسائل تسع ۸۵ بحوالہ والدین رسالت مآب)

۱۵۔ حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ۔

اہل سنت والجماعت کے علماء ومحققین کے جم غفیر کی اس مسئلہ کے بارے میں یہ رائے ہے کہ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ نجات یافتہ ہیں اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہورہے ہیں۔

(ضیاء النبی ۲: ۷۸)

۱۶۔ مولانااشرف تھانوی دیوبندی۔

مشکوۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

پھر یہ شعر لکھے۔

اکرم بہ نسباً طا بت عناصرہ اصلاً وبر عا و قد سادت بہ البشر
مطر من سفاح الجاھلیہ شوبہٗ قط الانقص ولا کدر

ترجمہ : آپ کا نسب کیسا کچھ با کرامت ہے کہ اس کے مواد پاکیزہ میں اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپ کے سبب جنس بشریت کو شرف حاصل ہو گیا اور نسب مطہر ہے لوت جاہلیت سے اس میں کبھی آمیزش نہیں ہوئی نہ نقص کی نہ کدورت کی۔ (نشتر الطیب)

۱۷۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔

اب آخر میں مصطفیٰ کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان میں شک کرنے والے بد نصیب بد عقیدہ لوگوں کی توجہ کیلئے مسلک اہلحدیث کے ترجمان مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (پروفیسر ساجد میر صاحب مرکزی جمیعت اہلحدیث کے امیر کے دادا جان) کا تحقیقی بیان رقم کرتے ہیں۔ جنہوں نے دو کتب "سراجاً منیر" اور "سیرت مصطفیٰ" تحریر کیں اور ان میں حضور ﷺ کے بارے میں وہی عقائد بیان کیئے ہیں جو اہل سنت کے ہیں۔ حضور ﷺ کے والدین شریفین کے بارے میں انہوں نے جو تحقیقی مواد سیرت مصطفیٰ صفحہ ۵۲ تا ۱۱۱ تک جمع کیا ہے یہ انہی کا حصہ ہے۔

میں ان کی اس علمی کاوش کو منظر عام پر اس لیئے لا رہا ہوں تاکہ ہم راہ اعتدال پر چلنا اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں اور حق بات کیلئے کوشاں رہیں۔ بے ادبی اور خرافات و بدعات میں کھو جانے والوں کو چھوڑ کر ان لوگوں کی راہ اپنائیں جو باادب اور حقیقت پسند ہیں۔ یہاں مولانا کا وہ اقتباس نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو ان کے دل کے خوف خدا سے لبریز ہونے پر شاہد ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"جس روز میں سید الثقلین ﷺ کے والدین مکرمین کے متعلق مضمون لکھنے والا تھا طاقت بھر مطالعہ کتب کرنے کے بعد تازہ غسل کیا اور وضو کیا اور دو رکعت نماز طلب مغفرت اور مدد کیلئے پڑھے اور سجدوں اور التحیات میں شرح صدر کی دعائیں مانگیں۔ الحمد للہ کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے طمانیت بخشی اور اب میں پورے ثلج خاطر (سکون دل) سے مضمون لکھنے لگا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اسے میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ اور قیامت کے روز اپنے حبیب پاک ﷺ کے جھنڈے تلے جگہ دیوے جن

کے والدین کی عظمت و محبت سے اسنے میرادل ودماغ معمور، پرنور کر دیا ہے۔ وجدانی طور پر اس وقت میرے دل میں اتنی کشادگی ہے کہ گردوپیش کی وسعتیں میرے سینے میں سمائی ہوئی ہیں اور اوپر سے یہ معلوم ہے کہ کسی شے نے مجھے زور سے دبایا ہوا ہے اس لئے حضرات علماء سے التماس ہے کہ جن کو اس امر میں اختلاف ہو وہ ظاہری دلائل پر اکتفانہ کرتے ہوے مجاہدہ اور ریاضت سے بھی خدا تعالیٰ سے شرح صدر کی دعائیں کریں ''

اب آیئے ان کے ایمان افروز بیان کا مطالعہ کیجئے اور ایمان کو تازگی بخشیئے۔

والد ماجد۔

پیغمبر ﷺ کے والد عبداللہ نہایت خوبصورت اور نیک سیرت تھے۔ قریشی نوجوانوں میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ نسب کی بلندی، صورت کی خوبی، طبیعت کی سنجیدگی اور شرافت، مزاج کی متانت اور کریکٹر کی طہارت کی وجہ سے کئی گھروں کی ان کو دامادی میں لینے کی آرزو تھی۔ رستہ گذرتے تو لوگوں کی آنکھیں تکتی کی تکتی رہ جاتیں، ان کی پیشانی میں نور تھا جو دیکھنے والوں کے دلوں کو آنکھ کے رستے کھینچ لیتا تھا۔ حضرت عبداللہ کیسے پاک صاف رہے یہ ابتلاء اسی قسم کے تھے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش آئے تھے۔ ہر دور میں پاکدامن رہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو نبی بننے والے تھے اور حضرت عبداللہ کی پشت سے پیغمبر آخر الزماں ﷺ پیدا ہونے والے تھے۔ اس میں اس امر کی بین دلیل ہے کہ جن پشتوں اور پیٹوں سے کوئی پیغمبر پیدا ہونے والا ہو وہ پشتیں اور پیٹ اس قسم کی برائیوں سے پاک رہتے ہیں اور ان کی حفاظت کیلیے خدا تعالیٰ اپنی حفاظت کے خاص سامان پیدا فرماتا ہے۔

والدہ ماجدہ۔

اسی طرح آپ ﷺ کی والدہ بی بی آمنہ خاتون خاندانی طہارت اور حسن صورت اور خوبی سیرت اور شرافت طبع اور سنجیدگی مزاج اور خداداد عقل وتمیز میں قریشی لڑکیوں میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔

حدیث شریف :الغرض آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ اور ان سے اوپر کی والدات تمام کی تمام طاہرات تھیں اور یہی مقتضی ہے۔ اس حدیث کا جو امام سیوطی علیہ الرحمتہ نے اپنے متعدد رسالوں میں نقل کی

ہے کہ خدائے تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا آیا ہے اور اس مضمون کو حافظ ابن حجر نے یوں نظم کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ : یعنی ہدایت کا نبی ﷺ آل ہاشم کا برگزیدہ ایسی قوم کی پشتوں سے نقل ہوتا چلا آیا جنھوں نے اس سے بزرگی پائی جس طرح چودھویں رات کے چاند سے منزلیں رونق پاتی ہیں۔

آیت مبارکہ :بعض مفسرین نے سورت شعراء کی آیت "وتوكل على العزيز الرحيم الذى يراك حين تقوم و تقلبك فى السجدين" میں ساجدین سے آپ کے آباؤاجداد کے صالحین لوگ مراد لیے ہیں (تفسیر معالم التنزیل)

آباؤاجداد میں جب ان افراد کا یہ حال ہے جو عمود نسب نبوی ﷺ سے نہیں ہیں۔ تو خاص اس عمود کے افراد جن سے وہ پاک ہستی پیدا ہونے والی ہو۔یز کیھم کا تاج پہن کر تخت نبوت پر جلوہ افروز ہونے والی ہو۔ پشت در پشت ابًا عن جدٍ شرک وبت پرستی کی آلودگی سے کیوں نہیں بچ سکتے۔ یقین جانیئے کہ وہ قدرت کے ارادہ ازلی اور تصرف غیبی سے ہر قسم کی اخلاقی واعتقادی آلودگی سے محفوظ رکھے گئے تھے کیونکہ ان کی پشتوں سے منتقل ہوتے ہوئے سرور کائنات فخر موجودات ﷺ حضرت عبداللہ کی پاک پشت اور حضرت آمنہ رض کے پاک شکم میں آنے والے تھے۔اللهم صلى على سيدنا محمد وعلى اله وبارك وسلم.

منکرین کو انتباہ۔

جو لوگ رسول خدا ﷺ کے والدین کی طرف کفروبت پرستی کی نسبت کرتے ہیں ہم ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ نصیحت ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

اسی بری نسبت کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل نہ کرو اور محض اس وہم سے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے سید المرسلین کے طاہر ومطہر والدین کریمین کے حق میں ایسی بات اپنے مونہوں سے نہ نکالو جس کا تم کو علم نہیں اور اسے ایسا سہل نہ سمجھو کہ خدائے تعالیٰ اس پر عتاب نہیں کرے گا۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات خدائے بزرگ کے نزدیک بہت بڑی ہے کیونکہ رسول خدا ﷺ اور آپ کے والدین کے حق میں جرات کرنے کے مشابہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ زبان کی درانتی کی یہ کاٹ تم کو منہ کے بل گرائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ وہاں کسی قسم کی حجت بازی اور مناظرانہ و مخاصمانہ ، چرب

زبانی وقابلیت کام نہیں آئے گی۔ بس احتیاط اس میں ہے کہ آپ اول تو خود ان کے کریکٹر اور طہارت نفس پر اور پھر ان کے اسلاف کی شرافت وعظمت اور مذہبی واخلاقی تقدس پر نظر کر کے یہ اعتقاد رکھیں کہ آنحضرت ﷺ کے والدین اپنے بزرگوں کی طرح اپنے جد اعلیٰ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دین پر تھے کیونکہ ان کے بر خلاف شرک وبت پرستی ہر گز ہر گز ثابت نہیں ہے۔ ومن ادعی فعلیه البیان یا کم از کم انکے حق میں کف لسان (بندش زبان) اور خاموشی اختیار کریں اور خدا کے سامنے ذمہ داری سے بچیں کیونکہ سلامتی اسی میں ہے۔

امام سیوطی کی تصانیفِ مبارکہ۔

امام سیوطی علیہ الرحمتہ نے اس امر میں متعدد رسالے لکھے ہیں۔

۱۔ مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی صلی الله علیه وسلم.

۲۔ الدرج المنیفة فی الاباء الشیریفة.

۳۔ المقال السندسية فی النسبة المصطفويه صلی الله علیه وسلم.

۴۔ التعظیم والمنة فی ان ابوی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الجنة.

۵۔ نشر المالمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین.

۶۔ السبل الجلية فی الاباء العلية.

یہ سب رسالے حیدر آباد دکن میں طبع ہو چکے ہیں۔ خلاصہ مطلب ان سب کا یہ ہے کہ آنحضرت کے آباء کرام کے متعلق علمائے اسلام کے چار مسلک ہیں۔

اول مسلک۔

یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ماں باپ (میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں) زمانہ فترت میں دعوت سے پیشتر فوت ہو گئے اور بغیر تبلیغ رسالت کے عذاب کرنا خدا کا قانون نہیں۔ اس مسلک کے قائل شیخ الاسلام شرف الدین مناوی اور سبط ابن جوزی اور حافظ ابن حجرؒ وغیرا ہم ہیں۔ پھر حافظ بن حجرؒ کے قول سے نقل کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے آباؤ جداد جو زمانہ فترت میں فوت ہو گئے قیامت کے دن ان کا امتحان ہو گا پس وہ ایمان لے آئیں گے۔

دوسرا مسلک۔

یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ماں باپ کا شرک کرنا ہرگز ثابت نہیں۔ وہ اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔ جس طرح اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام میں سے کئی ایک دیگر لوگ بھی قائم تھے۔ اس مسلک کے قائل امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور ان کے ساتھ بہت سی جماعت علماء کی ہے۔

تیسرا مسلک۔

یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کو خدائے تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے زندہ کیا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور پھر فوت ہو گئے۔ اس کے قائل بھی بڑے بڑے حفاظ حدیث ہیں۔ مثلاً ابن شاہین اور حافظ خطیب بغدادی اور سہیلی اور قرطبیؒ اور طبری اور علامہ ناصر لدین ابن المنیر (رحمتہ اللہ علیہم) وغیرہ ہم ہیں۔

چوتھا مسلک۔

وقف و سکوت ہے کہ ادب و احتیاط کے رو سے ہم اپنی زبانوں کو بند رکھیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والدین کے حق میں خصوصاً اور دیگر کسی کے حق میں عموماً جس کی نسبت ہم کو علم نہیں کہ اس نے کفر یا شرک کیا، یہ کہنا کہ وہ کافر ہے یا مشرک ہے، ذمہ داری کا قول ہے اور سکوت میں ذمہ داری نہیں ہے۔ اس مسلک کے متعلق امام سیوطی علیہ الرحمتہ نے بعض صالحین کے واقعات لکھے ہیں مثلاً یہ کہ

وہ ملعون ہے۔

قاضی ابوبکر ابن عربی الرحمتہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین دوزخ میں ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا اور اس کے رسول کو، ان پر لعنت کی خدا نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (احزاب پ ۲۲) اور رسول اللہ کے حق میں اس سے زیادہ کون سی ایذا ہے کہ آپ کے والدین کو دوزخی کہا جائے۔ (معاذ اللہ)

وہ مغضوب ہے۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس ایک محرر دفتر کے کام کے لیے لایا گیا جو خود تو مسلمان تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ خلیفہ عبد لعزیز نے لانے والے شخص کو کہا کاش تو مہاجرین کے بیٹوں میں سے کسی کو لاتا۔ اس محرر نے کہا کہ رسول اللہؐ کے والدین بھی تو کافر تھے۔ اس پر خلیفہ کو غضب آیا اور فرمایا تو میرے سامنے کتابت کا کام کبھی نہیں کرے گا۔

دادا جان۔

عبد المطلب کو دیکھنے کیلئے بھی زمانہ کفر و جاہلیت کی عینک نہ لگائیں۔ اس کی پیشانی میں برگزیدہ رسول ﷺ کا نور تھا۔ جس کے دیکھنے کے لیئے ایسی آنکھ کی ضرورت ہے۔ جس کی نور افزائی بصیرت حقانی نے کی ہو۔ اس کی پشت ختم نبوۃ کی امانت کی متحمل تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ابرہہ جیسے جابر کے سامنے بھی خمیدہ نہ ہوئے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ چہرے پر نور موتی کی طرح چمکتا اور چہرے کے خدوخال سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہوتا تھا۔

(ملخصاً مختصراً۔ از سیرت مصطفےٰ مکتبہ اہلحدیث سیالکوٹ۔)

بعض اعتراضات کا ازالہ

اس مسئلے میں منکرین کی طرف سے بعض سوالات اٹھائے جاتے ہیں اس لئے اب ہم ان سوالات کے جوابات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 1۔ مسلم شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسالت مآب ﷺ سے پوچھا!

این ابی یارسول اللہ ﷺ ؟فقال فی النار فلماقفا دعاہ فقال ان ابی واباك فی النار (مسلم)

یارسول اللہ ﷺ! میرا باپ کہاں ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں۔ جب وہ واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے دوبارہ بلا کر فرمایا تیرا اور میرا باپ جہنم میں ہیں۔

جواب۔ آئمہ و محدثین نے اس روایت کے مختلف جوابات دیئے ہیں ہم ان میں سے بعض کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں۔

ا۔ اس روایت میں "حماد" راوی نے بالمعنی کرتے ہوئے تصرف سے کام لیا ہے کیونکہ یہی روایت "معمر" اور دیگر روایات سے بھی مروی ہے لیکن اس میں یہ الفاظ ہی نہیں۔ حالانکہ معمر، حماد سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ جواب میں فرماتے ہیں۔

ان ھذ اللفظة وھی قولہ ان ابی واباك فی النار لم یتفق علی ذکرھاالرواۃ و انما ذکرھا حمادابن سلمة عن ثابت عن انس و ھی الطر یق التی رواہ مسلم منھا وقدخالفة معمرعن ثابت فلم یذکر ان ابی واباك فی النار اذامررت بقبر کافر فبشرہ باالنار وھذا اللفظ لادلالة فیه علی والدہ صلی اللہ علیه وسلم

روایت کے الفاظ "ان ابی و اباك فی النار" تمام راوی متفق نہیں ہیں ہاں ان الفاظ کو صرف حماد نے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسی راوی کے حوالے سے ان الفاظ کو نقل کیا ہے۔ معمر سے یہی روائیت مروی ہے لیکن انہوں نے یہ الفاظ درج نہیں کئے۔ بلکہ ان کی جگہ یہ الفاظ ہیں

بامرالبتة وهو اثبت من حيث الرواية فان معمرااثبت من حماد فان حماد اتکلم فی حفظه و وقع فی احادیثه مناکیر ذکروا ان ربیبه دسهافی کتبه و کان حماد لا یحفظه فحدث بها فوهم فیها واما معمر فلم یتکلم فی حفظه ولا استنکر شیء من حدیثه(مسالك الحنفا ۔١٤٦)

"اذا مررت بقبر کافر فبشره باالنار" ان الفاظ میں کہیں بھی آپ ﷺ کے والد گرامی کا تذکرہ نہیں حالانکہ یہ روایت سابقہ روایات سے محفوظ تر ہے کیونکہ معمر، حماد سے کہیں افضل ہے (احفظ ہے) اور اس پر واضح شہادت یہ ہے کہ حماد کے حفظ کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے اور اس سے مروی بہت سی احادیث منکر ہیں۔ اور محدثین نے تشریح کی ہے کہ اس کے پروردہ بیٹے نے اسکی کتب کو خلط ملط کر دیا تھا۔ اب حماد جب روایت کرتے تو اس میں وہم کا شکار ہو جاتے تھے۔ رہے معمر تو ان میں یہ باتیں نہیں ہیں نہ تو ان کے حافظے کے بارے میں کلام ہے اور نہ ہی کوئی منکر روایت ان سے مذکور ہے۔

یعنی حضرت معمر سے مروی روایت میں یہ الفاظ نہیں بلکہ اس کے جگہ دیگر الفاظ موجود ہیں اور وہ الفاظ یہ ہیں "اذا مررت بقبر کا فرفبشره بالنار" اور حضرت معمر سے مروی الفاظ کی تائید حضرت سعد بن وقاصؓ سے مروی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو مسند بزاز، طبرانی، بیہقی اور ابن ماجہ نے مختلف اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان کتب میں روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

جاء اعرابی النبی صلی الله علیه واله وسلم فقال یارسول الله ان ابی کان یصل الرحم فاین هو؟ قال فی النار فقال یارسول الله ﷺ حیثما مررت بقبر مشرك فبشره بالنار.

ایک اعرابی رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا والد صلہ رحمی کیا کرتا تھا اب وہ کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ آگ میں۔ اس نے عرض کیا آپؐ کا والد کہاں ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جب بھی تیرا گزر ہو کسی مشرک کی قبر سے تو اسکو آگ کی بشارت دے۔

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ اس اعرابی نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام لانے کے بعد کہا کرتے تھے کہ کاش میں آپ ﷺ سے یہ سوال نہ کرتا کیونکہ سوال کر کے یہ ذمہ داری لے لی ہے۔

لقد كلفني رسول الله صلى الله عليه واله وسلم تعبا ما مررت بقبر كافر الا بشرته بالنار (ابن ماجه)

میں نے (رسول کریم ﷺ سے) یہ سوال کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر لیا ہے کہ جب بھی کافر کی قبر کے پاس سے گزروں تو اسے جہنم کی اطلاع دوں۔

یعنی اگر میں یہ سوال نہ [illegible] تو ہر کافر کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے یہ جملہ کہنا لازم نہ تھا۔ مگر اب چونکہ میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے لہذا مجھ پر لازم ہے کہ جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزروں گا تو یہ جملہ کہوں گا تاکہ آقا ﷺ کے ارشاد پر عمل ہو۔

۲۔ یہاں "اَبِیْ" سے مراد آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ابو لہب وغیرہ ہیں جو کہ آپکے چچا ہیں۔ چونکہ (اَبْ) کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے اسلئے آپ ﷺ نے یہاں "اب" کا لفظ استعمال فرمایا۔ قرآن وحدیث میں لفظ "اب" چچا کیلئے استعمال ہوا ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالو نعبد الهك واله ابائك ابراهيم واسمعيل واسحق.
(البقره. ۱۳۳)

جب کہا یعقوب علیہ السلام نے میرے بیٹو میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے عرض کی ہم آپکے الہ اور آپ کے آباء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے رب کی۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو "اب" کہا گیا۔ امام رازی اس طرف متوجہ کرتے ہوئے

فسمو اسماعيل ابا له مع انه كان عماله.
(تفسیر ابن کبیر۔ ۲۴: ۱۷۴)

انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو "اَبْ" کہا حالانکہ وہ آپ کے چچا تھے۔

فرماتے ہیں۔

عمی الرجل صنو ابیه. آدمی کا چچا بمنزلہ باپ ہی کے ہوتا ہے۔

ترمذی شریف میں ہے فرمایا سرور دو جہاں ﷺ نے

ردوا علی ابی. مجھے میرا باپ (چچا عباسؓ) لوٹا دو۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ کے بارے میں فرمایا!

سوال مذکورہ میں مسلم شریف کی حدیث سے لفظ "اب" سے چچا مراد لینا درج ذیل وجوہ کے سبب ضروری ہے کہ :۔

ا۔ کتاب وسنت میں حضور ﷺ کے آباؤاجداد کو طاہر قرار دیا گیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کے والد گرامی کو نعوذباللہ کافر سمجھا جائے تو ان نصوص کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

۲۔ "اب" کا یہاں چچا پر اطلاق اسلئے بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ہو چکا تھا۔ ان کیلئے آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا لہذا ان پر

ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا. (بنی اسرائیل :۱۵) ہم اس وقت کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں جب ان کے پاس کوئی نہ کوئی رسول پہنچ جائے۔

گرفت کیسی۔ کیونکہ قرآن پاک کا فیصلہ ہے۔

اس قرآنی اصول کے مطابق کوئی ادنیٰ شخص آپکے والد گرامی کے متعلق یہ کہے کہ وہ جہنمی ہیں یہ نہیں کہہ سکتا۔ چہ جائیکہ یہ بات خود سرور دو عالم ﷺ فرمائیں۔

استاذنت ربی استغفر لامی فلم یاذن لی. (مسلم شریف) میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کیلئے دعائے مغفرت کی اجازت مانگی مگر مجھے اجازت نہ ملی۔

سوال نمبر2۔ مسلم شریف میں ہے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

دعا کی اجازت فقط مسلمان میت کیلئے ہے کافر کیلئے نہیں۔ اگر آپ ﷺ کی والدہ اہل ایمان سے ہوتیں تو

دعا کی اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر اجازت مانگی تو ملی کیوں نہیں۔ لہذا یہ حدیث اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ اہل ایمان سے نہ تھیں۔

جواب۔ آپ ﷺ کا اپنی والدہ کیلئے اجازت مانگنا اور اجازت نہ ملنا پہلے کا واقعہ ہے جبکہ زندہ کر کے مشرف بہ اسلام کرنا بعد کا واقعہ ہے اور اس کے تصدیق و تائید اس بات پر ہوتی ہے کہ جو روایات زندہ ہو کر اسلام لانے کی ہیں ان میں یہ بات صراحت سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حجتہ الوداع کے موقع پر وقوع پذیر ہوا اور اس واقعہ کا حجتہ الوداع کے موقع پر وقوع پذیر ہونا ان روایات کے متاخر ہونے اور اذن نہ ملنے والی روایات کے متقدم ہونے پر شاہد عادل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نے زندہ ہو کر اسلام لانے والی روایات کو ناسخ اور دیگر روایات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ ہم یہاں چند محدثین کی آراء کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے ان تمام روایات میں تطبیق پیدا کرتے ہوئے بیان کی ہیں۔

ا۔ مشہور مفسر قرآن امام قرطبی ''التذکرہ'' میں ان روایات میں تطبیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لاتعارض والحمدلله لان احیاء ھا متاخر عن النھی بالاستغفار .لھما بدلیل عائشہؓ ان ذلك كان في حجة الوداع.

(التذكره في لاحوال الموتى و القبور والاخرة ۲۴۔ مطبوعہ بیروت)

الحمداللہ ! ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ والدین کا زندہ ہونا نہی عن الاستغفار کے بعد کا ہے۔ اس پر واضح شہادت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہونے کا واقعہ حجتہ الوداع کے موقع پر ہوا ہے۔

۲۔ فخر المحدثین امام ابن شاہین کے حوالے سے امام قرطبی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وكذلك جعله ابن شاهين ناسخا لما ذكر من الاحبار. (تذكره ۲۴)

امام ابن شاہین فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے مروی روایت (زندہ ہو کر اسلام لانا) گویا دیگر روایات کیلئے ناسخ کا درجہ رکھتی ہے۔

۳۔ امام عبدالباقی زرقانی نے تعارض کو ختم کرتے ہوئے بہت ہی خوب بات کی ہے۔ یہی وجہ کہ انہوں نے اپنی گفتگو کو ''نفیس جداً'' کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

ویمکن الجواب عن المحدثین انها کانت موحدة غیرانها لم یبلغا شان البعث والنشر وذالك اصل کبیر فاحیا هما الله له حتی امنا بالمعث ولجمیع مافی الشریعة ولذاتاخراحیا هما الی حجة الوداع حتی تمت الشریعة وینزل ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' فاحییت حتی امنا بجمیع ما انزل الله علیه هذا معنی نفیس جداً.

۱ (زرقانی۔ ۱:۱۷۶)

ان دونوں روایات (ان ابی واباك فی النار اور استاذ نت ربی) کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین اللہ کی توحید پر یقین رکھتے تھے مگر قیامت رسالت اور دیگر شریعت پر تفصیلی ایمان نہ تھا حالانکہ آخرت وغیرہ پر ایمان ایک اہم جز ہے یہ اس لئے قابل توجہ ہے کہ ان کا زندہ ہونا اس موقع پر وقوع پذیر ہوا جب شریعت مکمل طور پر نازل ہو چکی تھی اور اس کے بارے میں ان الفاظ میں اعلان ہو چکا تھا۔ (الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا)۔ لہذا ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی دی تاکہ وہ شریعت پر تفصیلی ایمان لے آئیں۔ یہ گفتگو بہت ہی نفیس ہے۔

۴۔ امام شامیؒ آپ ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا قول کرتے ہوئے مذکورہ ان دونوں روایاتؒ (ان ابی واباك فی النار اور استاذ نت ربی) کا جواب دیتے ہیں۔

لاینا فی ما فی صحیح المسلم استاذنت ربی ان استغفرلا می فلم یاذن لی وما فیه ایضاان رجلا قال یارسول الله ﷺ این ابی؟ قال فی النار فلما دعاه فقال ابی و اباك فی النار لامکان ان یکون الاحیاء بعد ذلك لانه کان فی حجةالوداع.

(فتاوی شامی: ۱)

صحیح مسلم میں جو روایت آئی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کی مغفرت کے بارے میں اجازت طلب کی تو مجھے اذن نہ ملا اور ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ میرا والد کہاں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا! میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں یہ دونوں روایات آپ ﷺ کے (والدین کے) عدم ایمان پر اسلئے دلیل نہیں ہو سکتیں کہ ان کا زندہ ہو کر آپ ﷺ کی ذات پر اسلام لانا انکے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔

۵۔امام اسمٰعیل حقیؒ لکھتے ہیں۔

واما ماروی عنه فلم یوذن لی فی الشفاعة فهو متقدم علی احیاء هما لانه کان فی الحجة الوداع فمن الجائزان تکون هذاالدرجة حصلت له علیه الصلوة والسلام بعد ان لم تکن.

(روح البیان ۱: ۷ ۱۴)

روایات میں جو آیا ہے کہ آپ ﷺ نے شفاعت کا اذن مانگا تھا مگر اجازت نہ ملی تھی۔ یہ بات آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہونے سے پہلے کی ہے کیونکہ زندہ ہونے کا واقع حجۃ الوداع کے موقع کا ہے اور یہ ممکن ہے کہ یہ مقام اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کو عطاء نہ کیا ہو اب عطا فرمایا ہو۔

۶۔امام جلال الدین سیوطیؒ رقمطراز ہیں۔

القول والا حادیث التی وردت فی ان ابوی النبی ﷺ فی النار کلها منسوحة امابا حیا هما وایمانها واما با لوحی فی ان اهل الفترة لا یعذبون.

(التعظیم والمنة. ۷ ۴)

وہ روایات جو آپ ﷺ کے والدین کے آگ میں ہونے کے بارے میں ہیں وہ تمام منسوخ ہیں یا تو اسلئے کہ وہ زندہ ہو کر اسلام لے آئے یا اسلئے کہ اہل فترت کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جاتا۔

ان محدثین و مفسرین کے تصریح و تحقیق نے واضح کر دیا ہے کہ جو روایات آپ ﷺ کے والدین کے عدم ایمان پر دلیل ہیں وہ تمام کی تمام متقدم ہیں اور ان کے ایمان پر شاہد روایات بعد کی ہیں۔ لہذا عدم ایمان کی تمام روایات کو منسوخ قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کا قول لیا جائے گا۔

2۔ دوسرا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ غیر نبی اور غیر رسول کیلئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کے والدین نے زمانہ فترت پایا ان کے اعتقاد کیلئے عقیدہ توحید کافی تھا۔ شریعت اور احکام الٰہی موجود نہ تھے جس کی وجہ سے گنہگار کہلاتے۔ لہذا اذن استغفار نہ ملنا اس بات پر شاہد ہے کہ وہ گنہگار نہ تھے۔

۷۔ حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ اپنے مقالات میں لکھتے ہیں۔

والدہ مکرمہ کیلئے حضور پاک ﷺ کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذاللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ غیر نبی اور غیر رسول کیلئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چونکہ حضور پاک ﷺ کے والدین ایام فترت میں تھے اسلئے ان کے نجات کیلئے اعتقاد عقیدہ توحید کافی تھا۔ کسی شریعت واحکام الہی کا اس وقت وجود نہ تھا جسکی وجہ سے کوئی گناہ گار قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا۔ لہذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تاکہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔ (مقالات کاظمی ۱: ۶۶۵)

آپ خود خیال فرمائیں کہ نبی پاک ﷺ کی ازدواج واولاد کی شان اور پاکیزگی تو قرآن کریم میں اللہ تعالی خود فرمائے اور قرابت رسول کی محبت واجب فرمائے، وہ رب جو ہر رشتے ناطے سے پاک ہے وہ اپنے حبیب کریم ﷺ کی رشتوں ناطوں کو نہ صرف باقی رکھے بلکہ ان کے لئے بشارت ہو، اس مقدس رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کسی منفی خیال کی گنجائش ہی کہاں ہے! یقیناً کوئی مومن تو کوئی منفی تصور بھی نہیں کرے گا۔

قارئین کرام! دوست اور وابستگان کے لئے تعارف کی گنجائش ہوا کرتی ہے۔ آپ کسی کے پاس اپنے والدین کو تعارفی خط دے کر نہیں بھیجتے، آپ کی ان سے نسبت ہی کافی ہوتی ہے۔ حیرت ہے کہ آپ کو کسی بندے کے پاس اپنے والدین کے تعارف کی ضرورت نہ ہو اور یہ گمان کیا جائے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کو بارگاہ الہی میں تعارف کی ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے دعا سے منع فرما کر گویا یہی فرمایا کہ اے محبوب وہ تیرے والدین ہیں، انہیں تیرے والدین کریمین ہونے کا اعزاز ہم نے ہی عطا کیا ہے اور تیرے اکرام کو جاننے سمجھنے والے تیرے والدین کریمین کے لیے یہی کہیں گے کہ وہ تو مغفور ہیں انہیں ان کی مغفرت میں شبہ نہیں ہوگا۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین ان لوگوں سے بہت بہتر ہیں جو نبی پاک کے والدین کے ایمان کے منکر ہیں۔ (روح المعانی)

اپنے قارئین کے لئے اس روایت کے اصل الفاظ بھی نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں اور جو حقائق واضح ہوتے ہیں، قارئین ان سے بھی آگاہ رہیں۔ حدیث شریف کی مشہور کتاب مسلم شریف کے "باب فی زیارة القبور والاستغفار لهم" میں روایت ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال زار لنبی ﷺ قبر امه فبكى و ابكى من حوله فقالؐ استازنت ربی فی ان استغفرلها فلم ياذن لی واستاذنته فی ان ازور قبر ها فاذن لی فزور و القبور فانها تذ كر الموت .

حضرت ابوہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی زیارت کی تو روئے اور رلایا انہیں جو ان کے ارد گرد تھے، پھر نبی پاک ﷺ نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کروں (بخشش کی دعا کروں) تو مجھے اجازت نہیں دی گئی اور اجازت چاہی میں نے کہ ان (اپنی والدہ) کی قبر شریف کی زیارت کیا کروں تو مجھے اجازت دی گئی پس (اہل ایمان کی) قبروں کی زیارت کیا کرو کیوں کہ بے شک یہ (قبروں کی زیارت) موت یاد دلاتی ہے۔

اس حدیث شریف میں غور فرمایئے!

بتایا گیا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے، جب کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ والدین اور اہل ایمان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا بغیر سفر کے نہیں ہوتا، قریب ہو یا دور، سفر کرنا ہوگا تو زیارت قبور کے لئے سفر کو غلط کہنا سنگین غلطی ہے۔

نسبت و تعلق، قرابت و محبت کے سبب سے قبر کی زیارت کرتے ہوئے رونا آجائے تو یہ غلط نہیں۔ زائر کے ساتھی اگر اس کے ساتھ شریک غم ہو جائیں اور نسبت محبت و عقیدت میں وہ بھی روئیں تو یہ بھی غلط فعل نہیں۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ ماں باپ یا بزرگ ہستیوں کی قبروں کو اور ان کی شناخت کو قائم رکھنا غلط نہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی استاد اپنے شاگردوں یا پیر اپنے مریدوں کے ساتھ اپنے ماں باپ یا بزرگوں کی قبر کی زیارت کو جائے تو یہ قبر پر میلہ لگانا نہیں بلکہ درست فعل ہے۔

اوراس حدیث شریف سے خاص طور پر نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی زیارت ثابت ہوتی ہے۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی جدائی وفراق میں روئے کہ آج وہ ظاہری حیات میں ہوتیں تو مجھے اور جو واقعات برکات میری ولادت کے وقت انہوں نے دیکھے تھے، اس شان سے ان کا ظہور دیکھ کے خوش ہوتیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ کی وجہ سے ان کی قرابت کی محبت وعقیدت میں روئے۔

وہ لوگ جو اپنے ذہنوں میں پاکیزگی اور اپنے دلوں میں عشق ومحبت نہیں رکھتے وہ یہ کہتے ہیں کہ دعائے مغفرت سے منع کیا گیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ والدہ ماجدہ (معاذ اللہ) ایمان والی نہیں تھیں۔ اس بارے میں یہی عرض ہے کہ ایمان والا ہی عقل وشعور سے فیض یاب ہوتا ہے، جس کے پاس دین نہیں رہتا عقل بھی اس کا ساتھ چھوڑ جاتی ہے۔ وہ لوگ اس حدیث شریف میں غور نہیں کرتے، اگر والدہ ماجدہ ایمان والی نہ ہوتیں تو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت بھی نہ ملتی کیوں کہ قرآن کریم میں کافروں اور منافقوں کی قبر پر کھڑے ہونے سے واضح طور پر منع فرمایا گیا ہے (ولا تقم غلی قبرہ. سورۃ توبہ) تو رسول کریم ﷺ کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت ملنا ثابت کرتا ہے کہ وہ بلاشبہ مومنہ تھیں۔

ان کے ایمان کے حوالے سے قارئین تمام تفصیل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ رہی یہ بات کہ استغفار کی اجازت نہیں دی گئی تو پہلی بات تو یہ ہے کہ استغفار سے منع کرنا ان کے کفر کو لازم نہیں کرتا اور مزید یہ کہ اہل فترت کو کسی نبی ورسول کی دعوت ہی نہیں پہنچی تو ان کے لئے استغفار کا تصور بھی نہیں۔ علاوہ ازیں استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ کسی کو یہ وہم وگمان نہ ہو کہ (معاذ اللہ) والدین مصطفیٰ بد عقیدہ یا گناہ گار تھے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ خود نبی پاک ﷺ کے والدین کی بخشش ونجات بھی صرف دعائے استغفار ہی سے ہوئی۔ علمائے اسلام نے کہا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی تو کوئی ان کے گناہ گار ہونے کا وہم کر لیتا اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے والدین کیلئے اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ان کے بارے میں ایسا گمان بھی کرے۔ (واللہ اعلم)

شائد کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی اور کہا جاتا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہ السلام کے والدین ہرگز کافر و مشرک نہیں ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کیلئے مغفرت کی دعا کیوں ہوئی ؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے چچا آذر کیلئے بھی استغفار کیا جس پر آذر کا سخت دشمن خدا ہونا ان پر واضح کیا گیا، اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کیلئے دعا نہ فرماتے تو قرآن پڑھنے والے یہ شبہ کر سکتے تھے کہ آذر ہی ان کا والد تھا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والدین کے لئے دعا کرنے نے واضح کر دیا کہ آذر ہرگز ان کا والد نہیں تھا بلکہ چچا تھا اور اہل عرب چچا اور پرورش کرنے والے کو باپ کہتے ہیں۔ اس دعا کے بیان نے حقائق واضح کئے گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس دعا کی ضرورت تھی اور ہماری تعلیم کیلئے بھی ضرورت تھی مگر نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کسی منفی شبے کی گنجائش بھی نہیں تھی اور مجھے حیرت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو مومن نہ ماننے والے شائد یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کے ایمان کے ثبوت کیلئے کسی کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے! ایسی کوئی ہستی امت میں نہیں کہ صرف اس کی گواہی پر ہی رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کو مومن مانا جائے، جس ہستی کا کلمہ پڑھ کر کوئی شخص مومن و مسلم ہوتا ہے یعنی خود رسول کریم ﷺ کی گواہی کے بعد کسی کے پاس کون سی قطعی دلیل یا صحیح وصریح حدیث ہے جس سے وہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان و اسلام کا انکار کرے۔ میرے نبی پاک ﷺ نے خود گواہی دے دی اور اپنے والدین کو دین کی تکمیل کی آیت کے نزول کے بعد زندہ فرما کر اہل ایمان کی اس فہرست میں بھی ممتاز فرما دیا، اس کے بعد انکار کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ اور یہ ان کی خصوصیت ہے کہ انہیں زندہ کر کے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا کلمہ بھی پڑھوا دیا تا کہ انہیں اہل فترت ہونے کی وجہ سے ہی رعایت و مغفرت حاصل نہ ہو بلکہ وہ اہل ایمان میں نمایاں شامل ہوں اور برگزیدہ اولیاء شمار ہوں۔ اگر کوئی اسے ناممکن مانے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ صحیح احادیث میں ہے کہ کسی نبی کی دعا رد نہیں ہوتی اور ہمارے نبی کریم ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے محبوب و مطلوب ہیں۔

سوال نمبر 3۔ امام اعظم کا موقف یہی ہے کہ ان کی وفات کفر پر ہوئی ہے کیوں کہ آپ نے اپنی کتاب الفقہ الاکبر میں تصریح کر دی ہے کہ "ماتاعلی الکفر" ان دونوں کی وفات کفر پہ ہوئی ہے۔

جواب۔ علماء نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

ا۔ یہ فقہ اکبر میں کسی شخص نے اضافہ کر دیا ہے کیونکہ معتمد نسخوں میں موجود نہیں۔

امام طحطاوی حاشیہ در مختار میں لکھتے ہیں۔

وما فی الفقه من ان والديه ماتا على الكفر فمدسوس على الامام وعلى النسخ المعتمد ليس لهاشئى من ذلك. (حاشيه درمختار)

فقہ اکبر میں موجود ہے کہ حضور پاک ﷺ کے والدین کی وفات کفر پہ ہوئی۔ یہ امام صاحب پر الزام اور تہمت ہے۔ اس کتاب کے معتمد نسخوں میں ایسی کوئی عبارت نہیں۔

۲۔ اصل عبارت "ماتا علی الکفر" نہیں بلکہ "ماماتاعلی الکفر" ہے ایک "ما" یہاں سہو کتابت کے وجہ سے نہ لکھا جا سکا۔ جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی اور اس پر دلیل یہ ہے کہ فقہ اکبر کے قدیم نسخوں میں "ما" کا لفظ موجود ہے یعنی ایک "ما" اضافی موجود ہے۔

شیخ مرتضیٰ زبیدیؒ "الانتقادو الوالدی النبی المختار" میں اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ احمد بن مصطفیٰ الحلبی کے دست اقدس کے ساتھ فقہ اکبر کے اس مقام پر یہ الفاظ پائے جس میں انہوں سہو کتابت کے نشاندہی کرتے ہوئے لکھا۔

ان الناسخ لمارای تكرر مافی ماماتا ظن ان احداهمازائدة فحذفها فذاعت نسخته الخاطئة. (لامام على القارى واثره فى لاحديث. ۱۱۹)

جب کاتب نے "ما" کا لفظ دو مرتبہ لکھا ہوا پایا تو اس نے محسوس کیا کہ شاید ایک "ما" زائدہ ہے لہذا اس نے پہلے "ما" کو عمداً نہ لکھا۔ اس وجہ سے غلط نسخہ چھپ گیا۔

شیخ مذکورہ نے فقہ اکبر کی عبارت کے سیاق و سباق سے اس پر دلیل قائم کی کہ واقعتاً یہاں سہو کتابت ہے۔ دلیل دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

ومن الدليل على ذلك سياق الخبر لان اباطالب والا بوين لو كانو جميعا على حالة واحدة جمع الثلاثة فى الحكم بجملة واحدة لابجملتين مع عدم التخالف بينم فى الحكم.

(الامام على القارى واثره فى الحديث)

سیاق و سباق دلیل ہے کہ یہاں کلمہ "ما" ہونا چاہئے کیونکہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب اور آپ ﷺ کے والدین کا اگر ایک ہی حکم ہوتا تو ان تینوں کا حکم ایک ہی جملہ میں لکھا جاتا۔ دو جملوں میں لکھنے کا خطاب یہ ہے کہ ان کا حکم الگ الگ ہے۔

شیخ ابراہیم قوتلانی اپنے مقالے "الامام علی القاری" میں شیخ کی گفتگو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے مصر میں دو ایسے قدیم نسخوں کو دیکھا ہے جن پر "ما" کا لفظ موجود ہے۔

وانى بحمدالله رايت لفظ "ماماتا" فى نسختين بدارالكتب المصرية قديمتين وعلى القارى بنى شرحة على النسخة الخاطئة.

(الامام على القارى واثره فى الحديث)

الحمدللہ! میں نے مصر میں فقہ اکبر کے دو قدیم نسخے دیکھے ہیں جن میں "ما" کا کلمہ دو مرتبہ لکھا ہوا ہے۔ یہاں سے محسوس ہوتا ہے کہ ملا علی قاری کے سامنے فقہ اکبر کا غلط نسخہ تھا جس میں کلمہ "ما" نہیں۔

جب محققین نے تصریح کردی ہے کہ یہاں ایک "ما" سہو کتابت کی وجہ سے حذف ہو چکا ہے تو اس عبارت کو دلیل بنانا ہرگز درست نہیں۔

سوال نمبر 4۔ حضرت ملا علی قاری آپ ﷺ کے والدین کے کفر کے قائل ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر باقاعدہ کتاب لکھی ہے؟

جواب۔ ملا علی قاری نے واقعتاً اس موضوع پر کتاب لکھی تھی مگر علماء نے ان کے اس عمل کو پسند نہیں کیا بلکہ آخری عمر میں انہوں نے خود اس بات سے رجوع کر لیا تھا۔

محشی نبراس علامہ برخوردار لکھتے ہیں۔

فقد اخطاء وزل لا یلیق ذلك له نقل توبته من ذلك فی القول المستحسن .

(حاشیه نبراس.۵۲۶ بحواله مقالات کاظمی جلد اول)

ملا علی قاری سے اس مسئلہ میں خطاء ہوئی اور وہ پھسل گئے۔ لیکن "القول المستحسن" میں مروی ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا یعنی توبہ کر لی تھی۔

ملا علی قاری کی تصریح۔

الشیخ مصطفیٰ الحمامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرح شفاء میں ملا علی قاری نے جو گفتگو کی ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ شرح شفا کے وہ دو مقامات یہ ہیں۔

ا۔ ایک مقام پر قاضی عیاضؒ نے بیان کیا کہ "ذی المجاز" کے مقام پر سواری کی حالت میں ابو طالب نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے مگر پانی نہیں اس پر نبی اکرم ﷺ نے سواری سے اتر کر زمین پر پاؤں مارا وہاں سے پانی نکل آیا تو آپ نے فرمایا چچا پانی پی لو اس کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

وابو طالب لم یصح الاسلام و ابویه ففیه اقوال والاصح اسلامهما علی ما اتفق علیه الاجلة من الا مة.

(شرح شفاء بحواله مقالات ایمان والدین مصطفے مفتی محمد خاں قادری)

ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں مگر آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں مختلف اقوال میں مختار یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے امت کے اکابر کا اس پر اتفاق ہے۔

۲۔ دوسرے مقام پر ملا علی قاری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اما ما ذکر امن احیائه علیه الصلوة واسلام ابویه ولا صح وقع علا ما علیه الجمهور الثقات کما قال السیوطی فی رسائلهٗ .

(شرح شفاء)

علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین کا زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا بیان کیا ہے۔ یہی مختار ہے جمہور علماء امت کی یہی رائے ہے۔ امام سیوطی نے اس موضوع پر متعدد رسائل تصنیف کیے ہیں۔

یاد رہے کہ شرح اشفاء ملا علی قاری کی آخری تصنیف ہے یہ نسخہ شرح شفا استنبول ۱۳۱۴ھ کا مطبوعہ ہے۔

سوال نمبر 5۔ قرآن کریم نے آذر کو حضرت ابراہیمؑ کا باپ بتایا ہے حالانکہ وہ بت تراش تھا اور مشرک بھی تو حضور پاک ﷺ کے سلسلہ نسب میں مشرک آگیا۔

جواب۔ مفسرین واہل تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔ آذر آپ کا چچا تھا۔ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے حدیث موجود ہے کہ

عم الرجل صنوا بیہ — آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے

نیز قرآن پاک میں صریح آیت موجود ہے جس میں چچا کو باپ کہا گیا ہے کتب سابقہ، تورات موجودہ اور اناجیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے (انجیل لوقا باب ۳)

سوال نمبر 6۔ نبی اکرم ﷺ کے والدین کے پھر زندہ ہونے اور ایمان لانے کے بیان والی حدیث شریف میں ضعف بتایا گیا ہے یعنی یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب: واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ابوین شریفین کے ایمان میں شبہ کرنے والی روایات بھی صحیح وصریح نہیں بلکہ ضعیف ہی بتائی گئی ہیں اور ضعیف روایات کو احکام یا عقائد میں حجت نہیں مانا جاتا لیکن فضائل کے بیان میں ضعیف حدیث کو سبھی قبول کرتے ہیں اور یہ احیائے ابوبن بلا شبہ نبی کریم ﷺ کی فضیلت و فضائل کی بات ہے چنانچہ ملاحظہ ہو محدثین و محققین نے جن احادیث کو ضعیف کہا ہے ان کے ضعیف ہونے وجہ بھی بیان کی ہے اور مسائل و فضائل ہر دو کے بارے میں اصول و قواعد مختلف ہیں۔ اگر حدیث فی الواقع ضعیف ہو تو کسی بات کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوگا مگر مستحب یعنی پسندیدہ ہونا ثابت ہوگا اور فضائل میں سبھی ضعیف روایات کو قبول کرتے ہیں۔ کسی حکم، عمل یا بات کا وجوب واستحباب کے اثبات میں محدثین جو حدیث پیش کرتے ہیں اس حدیث کا اصطلاحی درجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ پس حدیث سے ناواقف یا حدیث کو کم تر سمجھنے والے جہلاء وغیرہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ ضعیف حدیث سے مراد غلط یا جعلی حدیث ہے جبکہ ضعیف حدیث کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا۔ امام ابن ہمام فتح القدیر میں واضح فرماتے ہیں کہ ضعیف کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حدیث باطل ہوتی ہے بلکہ ضعیف حدیث دراصل

محدثین کی مقرر کردہ چند شرائط میں کچھ شرائط پر پوری نہ اترنے والی حدیث کو کہتے ہیں۔ اسناد میں روایت کے ضعیف (کمزوری) کے باوجود وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔

علمائے دیوبند میں مشہور عالم جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ!

حدیث جعلی نہ ہو، ضعیف ہو تو بھی استحباب ثابت ہو جاتا ہے والا ستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (مقدمہ فتح الملہم شرح مسلم)

غیر مقلد اہل حدیث کہلانے والوں میں مشہور عالم جناب نذیر حسین محدث فرماتے ہیں!

حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو، استحبات و جواز ثابت ہوتا ہے (فتاویٰ ثنائیہ بحوالہ فتاوی نذیریہ ۱:۳۱۵)

نیل الاوطار میں جناب شوکانی بھی فرماتے ہیں کہ

ضعیف روایات مل کر بلند مرتبہ ہو جاتی ہیں اور مستحب (پسندیدہ) اعمال میں کام دیتی ہیں۔ ضعیف حدیث کی بنیاد پر کسی کو کافر و مشرک ہرگز نہیں کہا جاسکتا لیکن ضعیف روایت فضائل میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ حدیث کے ماہرین جانتے ہیں کہ حدیث کے ماہرین نے حدیث کی صحت پر کھنے کیلئے کچھ اصول مقرر کیئے ہیں راوی (سن کر یا دیکھ کر بیان کرنے والے) کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے حدیث کو ضعیف (کمزور) کہا جاتا ہے یا اصل الفاظ بیان کرنے کی بجائے اپنے لفظوں میں معنی بیان کرنے پر حدیث کے رواۃ پر کلام کیا جاتا ہے

لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ والدین مصطفیٰ ﷺ کے ایمان والی حدیث موضوع یا جعلی ہے۔

لمحہ فکریہ

سابقہ تفصیل سے اہلِ ایمان کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ وہ لوگ جو نسبت رسول ﷺ و قرابت رسول ﷺ کا احترام نہیں کرتے اور رسول مکرم ﷺ کے والدین یا اولاد کے بارے میں اپنی زبان و قلم کو گستاخانہ اور منفی پیرائے میں دراز کرتے ہیں، وہ شدید غلطی پر ہیں۔ وہ گستاخ لوگ جو رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں طعن و تشنیع اور بے ادبی و گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں انہیں توبہ کر کے خود کو اس سنگین جرم سے پاک کرنا چاہئے ورنہ دنیا و آخرت کا خسارہ اور عذاب ہی وہ اپنے لیے ذخیرہ کریں گے۔

سابقہ مطالعہ سے آپ نے ملاحظہ کیا کہ ہمارے نبی پاک ﷺ اپنے حسب و نسب میں بھی سب سے اولیٰ و اعلیٰ اور تمام مخلوق میں سے بھی سب سے بلند و بالا ہیں کچھ اہل علم کہلانے والوں نے بھی رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان و اسلام کے حوالے سے نصوص میں تعارض کی وجہ سے شدید اجتہادی غلطی کرتے ہوئے نامناسب کلام کیا ہے۔ بعض نصوص کے ظاہر سے ان اہل علم کو مغالطہ ہوا۔

قارئین نے مذکورہ ارشادات سے بخوبی جان لیا کہ وہ مقدس ماں باپ جن کے صلب و شکم اقدس میں رسول کریم ﷺ رہے وہ پاک و طب اور نہایت مبارک ہیں۔

حکایت۔

ایک بزرگ کے پاس ایک صاحب گئے اور نبی کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں بد کلامی کی۔ اس بزرگ نے انہیں انگور پیش کیے اور کہا کہ یہ انگور کھایئے اور ایک بات پر توجہ فرمایئے وہ یہ کہ یہ انگور کیکر کے درخت پر لگے ہیں۔ وہ صاحب بے ساختہ کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیکر کے درخت پر انگور نہیں لگ سکتے۔ بزرگ مسکرائے اور فرمایا بھائی خود ہی سوچئے کیکر کے درخت پر انگور نہیں لگ سکتے تو مشرک و پلید وجود سے اللہ کا نبی کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

غور فرمائیں!

ہم چار پیسے کا دودھ کسی ناپاک اور گندے برتن میں نہیں ڈالتے تو اللہ تعالیٰ اپنا مقدس حبیب، اپنا پاک نور کیسے ناپاک وجود میں رکھ دیتا؟ مشہور روائتوں میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لباس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی کیوں کہ مکھی نجاست پر بیٹھتی ہے تو اللہ کریم نے اسے اپنے محبوب کے لباس پر بیٹھنے ہی نہ دیا۔ اندازہ کر لینا چاہئے کہ جس لباس پر نجاست والی مکھی نہ بیٹھنے دی جائے تو اس محبوب کو ناپاک وجود میں کیسے رہنے دیا جاسکتا ہے؟

ہمیں غور کرنا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے مومن ہونے کا انکار اور ان کی بے ادبی خود ہمارے ایمان کیلئے مسئلہ ہو سکتی ہے۔ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ اس نظریے سے ہم غیر مسلموں کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع فراہم کریں گے۔

ایمان اور عقیدت و محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان مقدس ہستیوں کے مومن موحد ہونے میں کسی مومن کو شک و شبہ تک نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی معقول دلیل نہ بھی ہوتی تو بھی ایمان اور عقیدت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم بغیر کسی دلیل کے بھی ابوین شریفین کا اقرار واعتراف کریں۔

جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں اپنی سمجھ کو تو اہمیت دیتے ہیں لیکن حقائق کو خاطر میں نہیں لاتے وہ کیوں نہیں سوچتے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان جس پتھر پر جم گیا اسے سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔

جس مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام چالیس دن رہے وہاں خوشبوؤں نے گھر بنا لیا۔

رسول اکرم ﷺ کے جسم سے مس ہونے والا زمین کا ٹکڑا عرش معلیٰ سے افضل ہو گیا۔

جس زمین کے ٹکڑے پر کثرت سے نبی کریم ﷺ کے قدم آئے وہ ریاض الجنۃ بن گئی۔

یہی نہیں بلکہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا خون مبارک جس شخص نے پیا اسے جنتی مرد قرار دیا گیا۔

جس دستر خوان سے نبی کریم ﷺ نے ہاتھ پونچھ لیئے اسے دنیا کی آگ نے نہیں جلایا۔

جس کسی نے نبی رحمت ﷺ کا بول مبارک پی لیا اس نے خود پر آتش دوزخ حرام ہونے کی نوید پالی۔

جسم اقدس رسول مکرم ﷺ سے لگنے والا لباس وہاں نہیں جلتا جہاں جبرائیل کے پر جلتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ خود اپنے تراشیدہ بال مبارک ناخن مبارک اصحاب نبوی کو عطا فرماتے وہ ان سے فتح وشفاء پاتے اپنے کفن میں شامل کرنے کی وصیت کرتے۔

وہ مقدس ومطہر نبی ﷺ جس کے لباس پر وہ مکھی نہ بیٹھ سکی جو نجاست پر بیٹھی۔

وہ نبی ﷺ جس کے امتی کا بچہ حافظ قرآن ہو جائے تو وہ نبی اسکے باپ کو بھی جنتی ہونے کی بشارت دے اسے عزت وکرامت کے تاج پہنائے جانے کی نوید سنائے۔

اس مقدس رسول ﷺ کے بارے میں کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ وہ معاذ اللہ کسی مشرک و پلید وجود میں نوماہ رکھا گیا ہو یا جس وجود میں وہ رہا ہو وہ جسم پلید ہی رہا ر یا جہنمی رہا؟

انتباہ۔

یہ مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ اگر احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو ایمان سے محروم ہو جاؤ گے کیا حضور ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کفریہ کلمات کہنا کوئی آسان کام ہے۔

اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا۔ (الاحزاب)

بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کیلئے (اس نے) بڑا ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آخری گزارش۔

عقلمند کو چاہیے ایسی پر خطر جگہ پر احتیاط سے کام لے۔

حجتہ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں!

کہ کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک یقین سے ثابت نہ ہو۔ کفر کی نسبت کا معاملہ بہت ہی دشوار ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے سبق لیا جائے۔

فرماتے ہیں اگر کسی میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک ایمان کا ہو تو اس کے لیئے بھی کفر کی نسبت جائز نہیں۔

کیا تمہارا ایمان گوارہ کرتا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کے اولیٰ غلاموں کے ساتھ جنت میں داخل ہوں اور جن کے نعلین سے جنت بنی ہو ان کے والدین دوسری جگہ معاذ اللہ غضب و عذاب میں مبتلا ہوں۔

کیا سیدہ آمنہؓ حضرت موسیٰ کی والدہ سے بھی کم ہیں۔

کیا یہ آپ کو پسند ہو گا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی والداؤں کو جنت میں دیکھیں اور محبوب خدا ﷺ کی والدہ وہاں نظر نہ آئیں۔

افسوس ایسی عقل پر ایسی سوچ پر!

اور کوئی تم پر میرے آقا کی عنائیت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں

رسول کریم ﷺ نے فرمایا! چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے، اللہ انہیں لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے (یعنی شک نہ کیا جائے)

پہلا شخص کتاب اللہ میں بڑھانے والا۔

دوسرا تقدیر الہی کو جھٹلانے والا۔

تیسرا جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے جسے خدا نے ذلیل کیا اسے عزت دے۔ جسے عزت والا بنایا اسے ذلیل کرے۔

چوتھا حرم کی بے حرمتی کرنے والا۔

پانچواں میری عترت کی ایذا اور بے عزتی روا رکھنے والا۔

چھٹا وہ جو میری سنت کو برا اٹھا کر چھوڑ دے۔ (ترمذی۔ حاکم طبرانی)

احادیث میں واضح ہے کہ

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا!

میرے رشتے ناطوں کے سوا تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

اور فرمایا کہ میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت دوزخ میں داخل نہ ہوں گے۔

اس کے بعد قرابت رسول ﷺ کا خیال نہ کرنا اور نسبت رسول ﷺ کا احترام نہ کرنا کتنا سنگین جرم ہے۔

اب جو شفاعت مصطفیٰ ﷺ کا طلبگار ہے وہ اپنے عقیدے کو درست کرلے

آقا ﷺ کی نسبتوں کا احترام کرے ورنہ! کل قیامت کو حضور پاک ﷺ کی شفاعت کی کیا امید رکھے گا۔

اظہار تشکر

اس کتاب کی ترتیب وتدوین تیاری وحوالہ جات کے لئے جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے میں ان کے فاضل مصنفین کا بے حد شکر گذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین ثم آمین)